جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

دسمبر 1959

الفرقان

(۱) فضائلِ قرآن مجید بیان کرنے والا (۲) غیر مسلموں یعنی آریوں، عیسائیوں اور بہائیوں کے قرآن مجید پر اعتراضات کا جواب دیکر انہیں دعوتِ اسلام دینے والا۔ (۳) باشندگانِ پاکستان کو عربی زبان سکھانے والا (۴) مستشرقین کے خیالات پر تحقیقی تبصرہ کرنے والا ماہنامہ!

سالانہ چندہ
۱۔ پاکستان و انڈیا - پانچ ر[illegible]
۲۔ دیگر ممالک - دس [illegible]

تاریخ اشاعت
ہر ماہ کی دس تاریخ

ایڈیٹر
ابو العطاء جالندھری

PAKISTAN'S STRONG SUPPORT TO ARABS

—:0:—

Stand on Palestine refugees causes sensation in U. N.

United Nation, Nov. 26. The Arabs delegations deeply moved by the Pakistan delegate's speech on Arab refugees in the Special Political Committee, met on Wednesday night and decided to ask their respective Governments to specially thank all Pakistan Ambassadors stationed in Arab capitals, and also convey thanks to Field-Marshal Ayub for the stand taken by the Pakistan delegation at the United Nation.

The speech delivered by M. S. A. Baig moved the Arabs so much that one of them was seen in tears. After the speech they all congratulated Mr. Baig and commented that not since the early days of the Palestine crisis 12 years ago when Sir Zafrullah Khan gave great support to the Arabs on the issue had Pakistan done anything like this."

(Pakistan Times, 27 November, 1959)

پاکستان کی طرف سے عربوں کی زبردست حمایت فلسطینی مہاجرین کے متعلق پاکستان کے موقف سے اقوام متحدہ میں سنسنی

اقوام متحدہ ۲۶ نومبر: اقوام متحدہ کی سپیشل پولیٹیکل کمیٹی کے اجلاس میں جو بدھ کی رات کو منعقد ہوا۔ فلسطینی مہاجرین کے بارے میں پاکستانی نمائندہ کی تقریر سے تمام عرب نمائندے غیر معمولی طور پر متأثر ہوئے ہیں اور سب نے متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ اپنی اپنی حکومتوں سے درخواست کریں کہ وہ اپنے اپنے دارالسلطنت کے پاکستانی سفیروں کا بھی شکریہ ادا کریں اور خاص طور پر اپنے جذبات تشکر جناب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان کی خدمت میں پہنچائیں کہ ان کے نمائندہ وفد نے اقوام متحدہ میں عربوں کے متعلق قابل تعریف موقف اختیار کیا ہے۔

پاکستانی وفد کے لیڈر جناب ایم۔ ایس۔ اے بیگ کی تقریر عربوں کے لئے اس قدر مؤثر اور دلپذیر تھی کہ ان میں سے ایک نمائندہ کی آنکھوں سے آنسو [illegible] تھے۔

تقریر کے خاتمہ پر سب نے مسٹر بیگ کو مبارکباد دی اور کہا کہ جب سے یعنی بارہ سال سے، فلسطینی مسئلہ شروع ہونے کے شروع ایام سے لیکر جبکہ جناب چوہدری محمد ظفراللہ خان نے عربوں کے مسئلہ کو نہایت شاندار رنگ میں پیش کیا تھا اسکے بعد آج تک اس تقریر کے علاوہ پاکستان نے اس معاملہ میں کوئی قابل ذکر بات نہیں کی تھی۔"

(پاکستان ٹائمز لاہور ۲۷ نومبر ۱۹۵۹ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✦ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۹ | شمارہ ۱۲

الفرقان

ربوہ - پاکستان

جمادی الثانیہ ۱۳۷۹ء | دسمبر ۱۹۵۹ء

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فلسطین کے مہاجرین کے بارے میں پاکستان کا موقف	ٹائیٹل	صٹ ب
۲	سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نمبر	ایڈیٹر	ص۲
۳	میری زندگی کا ایک ورق	"	ص۳
۴	شذرات	"	ص۸
۵	جماعت احمدیہ ہی اسلام کی شاہراہ زندگی پر گامزن ہے (ماہنامہ "نگار" لکھنؤ کا مدلل جواب)	مدیر صاحب نگار	ص۹
۶	اسلامی اخوت کا فقید المثال نمونہ	ماخوذ	ص۱۶
۷	البیان (قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ)	ابو العطاء	ص۱۸
۸	پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں ("الادب المفرد" کا انتخاب)	ایڈیٹر	ص۲۱
۹	استقامت کی حقیقت (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات طیبات)		ص۲۳
۱۰	ظلمتیں کافور ہو جائینگی اک دن دیکھنا (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی نظم)		ص۲۴
۱۱	دورِ حاضر میں عیسائی دنیا کے رجحانات	جناب ڈاکٹر خلیل احمد صاحب ناصر امریکہ	ص۲۵
۱۲	حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سات پُر حکمت باتیں (نظم)	جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل	ص۲۹
۱۳	عمر السقہ (ایک عبرت آموز واقعہ)	جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کوئٹہ	ص۳۰
۱۴	اے مقام قادیاں تو زینت اسلام ہے (نظم)	جناب حکیم محمد صدیق صاحب ربوہ	ص۳۱
۱۵	ایک ایمان افروز واقعہ	جناب دانشمند خان صاحب	ص۳۲
۱۶	اے خدا مجھکو بنادے زمرۂ ابرار سے (نظم)	جناب مولوی مصلح الدین صاحب مرحوم	ص۳۴
۱۷	حضرت مسیح علیہ السلام کی فلسطین سے ہجرت اور انجیل یوحنا کی شہادت	جناب شیخ عبد القادر صاحب لائل پوری	ص۳۵
۱۸	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	جناب چودھری غلام احمد صاحب ایڈووکیٹ پاکپٹن	ص۳۸
۱۹	سائیکل پر لاہور سے احمد نگر	عطاء الرحیم صاحب حامد	ص۳۹

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

نوٹ:- رسالہ کی تاریخ اشاعت ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ ہے ✦

سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت اور بشریت کا طغرائے امتیاز بنایا ہے۔ تمام انسانی فضائل اور بشری کمالات کا آپؐ پر خاتمہ ہے۔ انسانوں کے سب طبقات کے لئے آپؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ آپؐ کی زندگی کے حالات کو اہلِ ایمان کے لئے جاننا اس لئے ضروری ہے۔ تا وہ آپؐ کے نقشِ قدم کی پیروی کر سکیں۔ اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو سکیں۔ غیر مسلموں کے لئے آپؐ کے صحیح حالات اور آپؐ کی خوبیوں کی واقفیت اور مطالعہ اس لئے لازم ہے کہ وہ انسانیت کے اس محسنِ اعظم کے ساتھ انصاف کر سکیں۔ اور اس کی سچائی، بلند اخلاق اور قوتِ قدسیہ کے علم سے اپنے اندر ایمان پیدا کر سکیں۔

اندریں صورت ہمارا اوّلین فرض ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح اور آپؐ کے کمالاتِ عالیہ کا ہمیشہ تذکرہ کرتے رہیں۔ تا ایمان تازہ ہوں اور قوتِ عمل ترقی کرے اور غیر مسلم بھائیوں کی غلط فہمیاں دور ہوں۔ اس روحانی مقصد کے لئے رسالہ الفرقان مقدور بھر کوشش کرتا رہتا ہے اور اسے اپنی انتہائی سعادت یقین کرتا ہے۔ اسی غرض سے الفرقان کا آئندہ شمارہ "سیرت خیر البشر نمبر" ہوگا۔ اور خدا نے چاہا تو پوری آب و تاب سے وقت پر شائع ہوگا۔

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اتنے درخشندہ پہلو ہیں کہ آنکھیں خیرہ ہو ہو جاتی ہیں۔ اس سراجاً منیراً کے سامنے سب نور ماند پڑ چکے ہیں۔ اس چشمۂ شیرین کی جاذبیت کا نتیجہ ہے کہ چاروں طرف سے تشنگانِ روحانیت اس آبِ حیات کے لئے دوڑے آ رہے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ دنیا کی جویائے حق روحوں تک سب پیاروں سے پیارے انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا جائے۔ آپ اگر اہلِ قلم ہیں تو اس دل پسند موضوع کے لئے اسے حرکت دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و زر بخشا ہے تو اسے اس راہ میں خرچ کریں۔ اور اپنی طرف سے دس، بیس، پچاس نسخے رسالے خرید کر اپنے دوستوں اور بھائیوں میں تقسیم کر کے ثواب حاصل کریں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذوقِ سلیم عطا فرمایا ہے تو محبوب آقا کی رعنائیوں سے لطف اندوز ہوں۔ اور دردِ دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی آنکھیں کھولے اور انہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کی توفیق بخشے۔ اللّٰھم آمین۔

رسالہ الفرقان کا یہ خاص نمبر اب ماہ جنوری ۱۹۶۰ء میں شائع ہو رہا ہے۔ بہت سے احباب کے مضامین آ چکے ہیں اور کتابت شروع ہو رہی ہے۔ باقی دوستوں سے بھی درخواست ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنے قیمتی مقالات سے نوازیں۔ یہ نمبر عام رسالہ کے حجم سے دو چند ہوگا۔ بعض ضروری فوٹوؤں اور نقشوں کے علاوہ اس کا اعلیٰ سرورق بھی ہوگا۔ اس لئے اس کی قیمت ایک روپیہ ہوگی۔ دس یا دس سے زائد تعداد کے خریدار حضرات کو خاص رعایت دی جائے گی۔ زائد خریدنے والے احباب ابھی اپنی مطلوبہ تعداد سے جلد مطلع فرما دیں۔

واما بنعمۃ ربک فحدث

میری زندگی کا ایک ورق

{ یہ نوٹ ایک حد تک ذاتی ہے مگر اس میں بہت سے جماعتی اور قومی سبق بھی ہیں۔ پھر یہ میری ایک عاجزانہ درخواست دعا بھی ہے (ایڈیٹر) }

(۱)

انسانی زندگی بھی عجیب ہے اور قدرت کے تصرفات اپنی نیرنگیوں میں عجیب تر۔ تیس برس بیت رہے ہیں کہ میری پہلی رفیقۂ حیات محترمہ زینب بیگم صاحبہ مرحومہ کی وفات کے بعد جبکہ میں تین بچوں کا باپ تھا، ہمارے پیارے امام اور میرے شفیق آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے قادیان سے حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی کو ذیل کا خط اپنے قلم سے تحریر فرمایا تھا:-

قادیان
۱۷ جون ۳۸ء

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آج کل ایک
رشتہ ہے اور مولوی اللہ دتا صاحب کو بھی اس وقت
رشتہ کی ضرورت ہے آپ کو مولوی صاحب کا علم ہو گا
انکی نیکی معلوم ہی ہے وہ بہت ہونہار نوجوان اور

اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی کرنے والے ہیں اگر آپ
پسند فرمائیں تو میں انہیں اس رشتہ کی تحریک کروں
امید ہے کہ آپ بہت جلد اس امر کے متعلق مجھے اطلاع
دیکر ممنون فرمائیے۔ والسلام خاکسار
مرزا محمود احمد

قادیان
۱۷ر جون سنہ ۳۰ء
مکرمی

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے ہاں ایک رشتہ ہے اور مولوی اللہ دتا صاحب کو بھی اس وقت رشتہ کی ضرورت ہے آپ کو مولوی صاحب کا اخلاص اور ان کی نیکی معلوم ہی ہے وہ بہت ہونہار نوجوان اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی کرنے والے ہیں اگر آپ پسند فرمائیں تو میں انہیں اس رشتہ کی تحریک کروں امید ہے کہ آپ بہت جلد اس امر کے متعلق مجھے اطلاع دیکر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام خاکسار
مرزا محمود احمد

(۲)

اس خط کے پہنچنے پر مؤرخہ ۱۹ر جون سنہ ۳۰ء کو حضرت مولوی صاحب نے اس خط کے ساتھ جو دستی خط اپنی صاحبزادی کو برائے جواب دیا وہ بھی میں ذیل میں درج کرتا ہوں تا معلوم ہو کہ تقویٰ شعار لوگ کس طرح شریعت کی تعمیل کرتے ہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا:۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزہ سعیدہ بیگم سلمہا اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
بوجہ حجاب اور حیا کے جو میری اور تمہاری طبیعت میں ہے۔ ایک ضروری امر کے متعلق میں تم سے

تحریری طور پر دریافت کرتا ہوں۔

آج دفتر میں اچانک حضرت صاحب کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ خط مجھے ملا ہے۔ جس کی دل و جان سے تعمیل کرنا ہمارا فرض ہے۔ میں اپنے آپ بھی اس کا جواب دینے لگا تھا۔ مگر پھر مجھے مصلحتاً یہ خیال آیا کہ تم سے اور تمہاری والدہ سے اور عزیزم عبدالرحمٰن سے بھی اس کے متعلق دریافت کر لوں۔ تاکہ شریعت کا منشاء بھی پورا ہو جائے۔ اور جو کام ہو شرح صدر اور پوری پوری رضامندی اور آزادی سے طے ہو نہ کہ مجبوری سے۔ کیونکہ ہمارے ارادہ یا اقرار کو پورا کرنا تمہارے ذمہ ہے۔

قبل ازیں عزیزہ حمیدہ بیگم کے وقت بھی مجھے منشی فرزند علی خان صاحب نے تحریک کر کے حضرت صاحب سے ہی منظوری لی تھی۔ اور آپ کی پسندیدگی سے معاملہ طے ہوا تھا۔ اب پھر حضرت صاحب نے اپنی مہربانی کی نظر تمہاری طرف کی ہے۔ میں بھی دن رات سوچتا اور دعائیں کرتا رہتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت صاحب کو خود بخود ہی یہ خیال آ گیا ہے۔ آئندہ کا حال تو خدا کو معلوم ہے کہ کیا ہوگا اور کیا نہ ہوگا اور بہتری کس بات میں ہے۔ لیکن بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس انسان کو حضرت صاحب نے پسند کیا ہے وہ بہرحال ہمارے لئے اچھا ہی ہوگا۔

شاید تم خود بھی جانتی ہو کہ مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری ایک خوش خصال نونہال اور نہایت لائق اور صالح انسان ہیں۔ ان کی اگلی فوت شدہ بیوی سے ایک دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ یہ کہ اگر ان تمام حالات مندرجہ بالا کو جانتے ہوئے تمہیں حضرت صاحب کی تجویز منظور ہو تو دو حرفی الفاظ میں تحریر کر دو۔ ورنہ جو خیال اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں ڈالے وہ تحریر کر کے یہ خط مجھے واپس دے دو۔ تاکہ میں حضرت صاحب کو جواب لکھ سکوں۔

خاکسار محمد عبداللہ عفی عنہ ۱۹ $\frac{۶}{۳۰}$

اس خط پر میری موجودہ رفیقۂ حیات محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ حفظہا اللہ نے لکھ دیا کہ "مجھے حضرت صاحب کا حکم سر آنکھوں پر منظور ہے"

(۳)

گزشتہ سال دسمبر کے آخری عشرہ میں سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ کا اچانک ایک خط مجھے موصول ہوا۔ جس میں انہوں نے میری بچی عزیزہ امۃ الباسط سلمہا اللہ کے رشتہ کے لئے عزیزم افتخار احمد صاحب ایاز ابن جناب مختار احمد صاحب ایاز مشرقی افریقہ کے بارے میں تحریک فرمائی۔ دعا و استخارہ کے بعد ۲۹ دسمبر ۵۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے نکاح کا اعلان فرمایا۔ اور اب ۶ دسمبر ۵۹ء کو عزیزہ کا رخصتانہ ہوا ہے جس کے بارے میں روزنامہ الفضل کا نوٹ درج ذیل ہے:۔

"کل مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۵۹ء بروز اتوار ۵ بجے شام احمد نگر ربوہ میں محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل کی صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ان کا نکاح جلسہ سالانہ ۱۹۵۸ء کے موقعہ پر مسجد مبارک میں افتخار احمد

صاحب ایاز ابن محترم جناب مختار احمد صاحب ایاز ٹانگا مشرقی افریقہ کے ہمراہ پڑھا تھا۔
تقریب رخصتانہ میں تعلیم الاسلام کالج کے ممبران سٹاف اور دیگر مقامی احباب کے علاوہ ازراہ شفقت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے بھی شرکت فرمائی۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جو مکرم حافظ شفیق احمد صاحب نے کی۔ بعد ازاں خلیل الرحمان صاحب نے درثمین میں سے نظم "محمود کی آمین" کے بعض اشعار خوش الحانی سے پڑھ کر سنائے۔ ان کے بعد عطاء الرحیم صاحب نے ایک اور دعائیہ نظم جو خاص اس مقصد کے لئے لکھی گئی تھی۔ خوش الحانی سے پڑھی آخر میں حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ رشتہ بہت دور دراز علاقوں کے درمیان قائم ہوا ہے۔ مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب کا وطن جالندھر ہے۔ اور مکرم مختار احمد صاحب ایاز بھیرہ کے قریب قصبہ میانی کے رہنے والے ہیں۔ نہ صرف یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر واقعہ ہیں۔ بلکہ اب جبکہ مولوی صاحب ربوہ میں رہائش رکھتے ہیں! اور ایاز صاحب کا خاندان مشرقی افریقہ کے علاقہ ٹانگانیکا میں مقیم ہے۔ تو دونوں کے درمیان فاصلہ پہلے کی نسبت اور بھی زیادہ ہوگیا ہے۔ اور ایک طرح سے ان پر مشرق اور مغرب کی اصطلاح صادق آتی ہے مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب جماعت کے ممتاز علماء میں سے ہیں۔ اور سلسلہ کے مخلص کارکن ہیں۔ اسی طرح مکرم مختار احمد صاحب ایاز جنکے بچے کی آج شادی ہو رہی ہے۔ بہت مخلص احمدی ہیں۔ اور فدائیت کا رنگ رکھتے ہیں۔ احباب دعا کریں کہ یہ رشتہ جانبین کے لئے دین میں دنیا میں، ظاہر میں باطن میں اور حال میں مستقبل میں ہر طرح اور ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے مثمر ثمرات حسنہ بنا دے۔ آمین۔

ان مختصر سے ارشادات کے بعد حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے اجتماعی دعا کرائی جس میں تمام احباب شریک ہوئے۔ باقی احباب جماعت بھی اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔"

(الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۵۹ء)

اس روداد میں میری طرف سے جس دعائیہ نظم کا ذکر ہے میں اسے بھی درج کرتا ہوں تا احباب میں دعا کے لئے مزید تحریک ہو سکے۔

(صٹ پر نظم ملاحظہ ہو)

میری دُعا

اے میرے خدا اے مرے محسن مرے منّان
میں بندۂ ناچیز پہ کیا کیا ترے احسان
تُو نے مجھے ناچیز سے اِک چیز بنایا
پھر دولتِ ایمان دی اور نعمتِ قرآن
پھر تُو نے عطا کی مجھے اولاد وہ پیاری
جو دینِ محمدؐ پہ دل و جان سے ہے قربان
ان بچّوں میں اَمَۃُ الباسط مری بچی
جو بیٹھی ہے اب گھر میں مرے صورتِ مہمان
اب رشتۂ شادی میں وہ افریقہ چلی ہے
اور اس کی جدائی سے ہے دل سب کا پریشان
اے میرے خدا تُو ہی ہے سہارا سب کا
رحمان ترا نام ہے سُبحان تری شان
ہاں جاؤ مری جان خدا حافظ و ناصر
اللہ نگہبان ہو اللہ نگہبان

میری بچی اور میرے داماد اور میری بچی کی ساس صاحبہ ۱۸ر دسمبر کو یہاں سے روانہ ہو کر افریقہ جا رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو اور ان سب کو خدمتِ دین کی بہترین توفیق بخشے۔ آمین۔ ع　بسلامت روی و باز آئی۔ خاکسار ابو العطاء جالندھری
۹ر دسمبر ۱۹۵۹ء

شذرات

(۱) حقیقت پسندی

امریکن رسالہ "The Christian Century" نے لکھا تھا۔

"The Ahmadia Movement is the only active missionary movement at work in Islam."

کہ مسلمانوں میں صرف جماعت احمدیہ ہی تبلیغی کاموں کے لحاظ سے **فعال جماعت ہے۔**

اب جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی نے اپنے اخبار صدق جدید لکھنؤ میں "حقیقت پسندی" کے عنوان سے لکھا ہے:

" پاکستان کے ایک باوقعت دینی پرچہ کے مکتوب لندن سے۔

" یہاں پر قادیانی حضرات کا بہت اثر و رسوخ ہے لندن کے قریب مسجد یہاں نماز عید بھی ادا ہوتی ہے۔ قادیانی حضرات کے قبضے میں ہے۔ اسلام کی اشاعت کے امکانات بظاہر بہت کم ہیں۔ قادیانی طبقہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے۔ اور اسلام سے دور ہونے کے باعث قبولیت حاصل کر رہا ہے۔ جو لوگ دوسرے ملکوں سے یہاں تعلیم کے لئے آتے ہیں۔ وہ یہاں کی دلفریبیوں میں کھو کر رہ جاتے ہیں۔ کسی عالم فاضل کے لکچروں کا سلسلہ شروع ہو۔ تو لوگوں کو متاثر کر کے تبلیغ کا کام شروع ہو سکتا ہے۔"

حقائق و واقعات کائنات خوشگوار ہوں یا ناخوشگوار، بہرحال حقیقت پسندی کا تقاضہ ہے کہ نظر ان پر رکھی جائے۔ اور پھر اسباب و تدابیر پر غور کیا جائے۔ ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا اور انہیں محض جھٹلاتے رہنا نہ کوئی دینداری ہے نہ دانش مندی"۔ (۴ دسمبر ۱۹۵۹ء)

(۲) پیلاطوس کی مجبوری

ماسٹر برکت۔ اے خاں عیسائی اپنے مطبوعہ ٹریکٹ "مسیح ابن اللہ" میں لکھتے ہیں:۔ " انہوں (یہودیوں) نے اسے (مسیح کو) رومی حاکم پیلاطوس کے حوالہ کیا کہ یہ واجب القتل ہے اسے مصلوب کیا جائے۔ رومی حاکم اسے بے گناہ پاکر مصلوب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن یہودیوں کے اصرار پر اور یروشلم میں بلوا ہو جانے کے ڈر سے مجبور ہو کر اسے مصلوب کروا کر مار ڈالا" (ص۲)

جب یہ حقیقت ہے کہ پیلاطوس حضرت مسیح کو صلیب پر مارنا نہ چاہتا تھا۔ وہ انہیں بے گناہ یقین کرتا تھا تو کیا وہ ایسی صورت اختیار نہ کر سکتا تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی بچ جائے یہودی بلوا بھی نہ کر سکیں اور حضرت مسیح بھی صلیبی موت سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ تاریخ اور بائیبل سے ثابت ہے کہ اس نے ایسا ہی کیا۔ پس کفارہ کا عقیدہ درست نہیں۔

(۳) دو ضروری مشورے

اوّل۔ بہت سے احباب کا اصرار ہے کہ "حرف محرمانہ" پر تبصرہ جلد کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ قسط وار بہت زیادہ وقت لگے گا۔ اب اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) رسالہ کے خاص نمبر میں اسے شائع کیا جائے (۲) علیحدہ کتاب طبع کرائی جائے۔ ہر دو صورتوں میں سے کس پر عمل ہو اور اندریں صورت خریداری سے مطلع فرما دیں۔

دوم۔ متعدد احباب لکھ چکے ہیں کہ البیان کی تفسیری سورۃ کو علیحدہ پارہ جات کی شکل میں طبع کرایا جائے۔ تاکہ بچوں اور عورتوں کیلئے بھی پڑھنے میں سہولت پیدا ہو۔ احباب آگاہ فرمائیں کہ ان دو تجویزوں کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟

جماعت احمدیہ ہی اسلام کی شاہراہِ زندگی پر گامزن ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اسلامی اخلاق کو دوبارہ زندہ کیا ہے

ماہنامہ "نگار" کے ایڈیٹر علامہ نیاز فتحپوری کی طرف سے ایک مراسلہ کا جواب باصواب

[ذیل میں رسالہ "نگار" لکھنؤ ماہ نومبر ۱۹۵۹ء سے ایک پاکستانی خط اور اس کا فاضل مدیر "نگار" کی طرف سے مدلل جواب درج کیا جاتا ہے۔ اس خط سے ظاہر ہے کہ احمدیت کے بارے میں کتنے غلط، لغو اور بے بنیاد اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ علامہ نیاز کا برجستہ جواب خاص توجہ کے قابل ہے ——— (ایڈیٹر)]

(مختار یاور۔ کراچی)

حضرت محترم

قادیانیت کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا وہ بظاہر صحیح اور بباطن غلط ہے۔ ان لوگوں نے انگریزی زبان میں جتنا لٹریچر شائع کیا ہے وہ نہایت عمدہ اور پڑھنے کے قابل ہے لیکن دوسرے ملکوں خصوصاً اسلامی ملکوں میں یہ لوگ اختلافی مسائل کو بالکل نہیں ابھارتے بلکہ عام مسلمانوں ہی کے خیالات پیش کرتے ہیں

ان لوگوں نے ایک تحریک یہ بھی چلائی تھی کہ کعبے سے حجر اسود کا ایک ٹکڑا لا کر وہاں نصب کیا جائے لیکن اس شخص کو جس نے یہ حرکت کی سعودی حکومت نے قتل کرا دیا تھا۔ پنجاب میں ان لوگوں نے اس طرح یہ تحریک چلائی تھی جیسے قرامطہ اور باطنیوں کی۔ ایک طوفان قتل و غارت گری اور ہنگامہ مچا رکھا تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ طریقہ کارگر نہ ہوا اور ختم ہوگیا۔

پاکستان میں ان کا مستقر ربوہ ہے۔ یہاں پر قصرِ نبوت۔ قصرِ خلافت۔ قصر ام اقدس اور جنت اور دوزخ بھی ہے۔ اور جنس عیاشی کا سلسلہ بھی موجود ہے۔ جیسا قدیم عبادت گاہوں میں ہوتا تھا۔ یہ باتیں بڑی تفصیل چاہتی ہیں۔ آپ نے جو ان کی کامیابیوں کا ذکر کیا ہے بظاہر وہ کامیابیاں نظر آتی ہیں لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ ان کے اثرات نے کتنا فاسد مادہ پیدا کر دیا ہے۔ ان کے پاس اچھے وسائل ہیں تنظیم مضبوط ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے نتائج بھی ایسے ہی ہوں گے۔

پاکستان آنے کے بعد میں نے ان کا وہ لٹریچر بھی پڑھا جو اردو میں تھا اور جس میں وہ اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہوئے ہیں۔ مرزا صاحب مرحوم بڑے قابل انسان تھے

اُنیسویں صدی تک تو وہ بڑی معقول باتیں لکھتے رہے لیکن یکایک اُن کا دماغی توازن بگڑا اور وہ جانے کیوں ہذیان بکنے لگے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی زندگی کے آخری دس بارہ سالوں کی تحریروں نے ان کی علمیت و قابلیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ پاکستان میں آجکل قادیانی مشن کا یہ طریقہ ہوگیا ہے کہ ان کی ابتدائی تحریروں کو بڑے جوش وخروش کے ساتھ منظرِ عام پر لاکر انہیں ایک عظیم فلسفی کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔

مرزا صاحب شاعر بھی تھے۔ شاعری کے لوازم یعنی ذوق وجدان سے بالکل بے بہرہ تھے مگر ان کے کلام کا اس نظر سے مطالعہ کرنا چاہیئے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے نبی اور مسیح ہونے کا نہایت مضحک نقشہ کھینچا ہے۔

دراصل اس جماعت میں پڑھے لکھے اور بڑے بڑے لوگ شامل ہیں۔ ان کا اندازِ تحریر نہایت عمدہ مدلل اور مؤثر ہوتا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کو متاثر کرتا ہے جو خود بھی اپنا نقطۂ نظر مولویانہ نہیں رکھتے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ علماؤں کی طرف سے ان پر جو اعتراضات کئے گئے وہ نہایت سطحی قسم کے تھے۔ اس میں قصور علماء یا ان کے اسلام کا نہیں ہے بلکہ اس نظریہ کا ہے جس کو یہ بیچارے آج تک طوق کی طرح اپنے کاندھے پر رکھے ہوئے ہیں۔

قادیانی عقائد کو اگر جمہور مسلمانوں کے لئے درست بھی تسلیم کرلیا جائے تو ختم نبوت کے مسئلہ کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا...... یہ لوگ اس سے انکار تو نہیں کرتے لیکن ایسی عجیب وغریب تاویلیں کرتے ہیں جنہیں عقل قبول نہیں کرتی۔ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو تاویلیں ہمارے مولوی کرتے ہیں وہ سب ماننے کے لائق ہیں) آجکل

اس بارے میں قادیانی حلقوں کی جانب سے جو کچھ لکھا جارہا ہے اس کی نوعیت زیادہ تر علمی اور فلسفیانہ ہے اور جس کی صورت تاویلی اور تنزیلی دونوں ہے۔ قرآن کے حوالے دیتے ہیں۔ لفظوں کے عجیب عجیب معنی بیان کرتے ہیں صحابہ اور صوفیا کے اقوال اور احادیث پیش کرکے اپنے دلائل کو مؤثر بناتے ہیں۔ اور یہ عمل اب اس حد تک ترقی کرگیا ہے کہ مرزا صاحب کے انفرادی اور تحریری خیالات کی نفی ہونے لگی ہے اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ جماعت مرزا صاحب کی رائے کے برخلاف استدلال اور معقولیت کا ساتھ دے رہی ہے۔ خود مرزا صاحب نے اقرار کے پردے میں جس طرح انکار کیا ہے اس کا مفصل حال تو ان کی تحریروں میں موجود ہے۔ البتہ اس کا لبِ لباب پیش کئے دیتا ہوں۔

۱۔ اللہ نے نبوت محمد (صلعم) پر ختم کردی۔

۲۔ اب اگر نبوت ملے گی تو محمدؐ سے (اللہ سے نہیں)؟

۳۔ نمبر ۱ کے مطابق محمدؐ آخری نبی ہیں۔

۴۔ نمبر ۲ کے مطابق محمدؐ خاتم انبیاء ہیں۔

۵۔ نمبر ۴ کے مطابق محمدؐ نے انبیاء کی صداقتوں پر مہر ثبت کی۔

۶۔ صرف اُمّت محمدی نبوت کی حقدار ہے۔

۷۔ میں (یعنی مرزا صاحب) چونکہ اُمتی ہوں لہٰذا نبی ہوں۔

اس کے علاوہ ناسخ منسوخ، وفات عیسیٰ، ظہور مہدی اور حقیقت اور تصوف کے مسئلے بھی ایسے نہیں جنہیں سرسری سمجھا جائے۔

مَیں نے آج تک کبھی اس قسم کی بحثوں میں حصہ نہیں لیا۔ اور اگر کہیں اور سے کوئی مذہبی حلقے سے یہ آواز اٹھتی تو توجہ بھی نہ دیتا۔ لیکن چونکہ یہ گفتگو آپ نے نگار میں شروع کی جو غالباً اس کے شایانِ شان نہیں۔ لہٰذا میں نے اپنی ذاتی رائے لکھنا ضروری خیال کیا۔ ممکن ہے یہ غلط ہو یا صحیح۔ اس کا

فیصلہ آپ کے ذمہ ہے۔ آپ نے اب تک جو کچھ لکھا اور چھاپا ہے غالباً وہ سب میری نظر سے گزرا ہے لیکن ایسی غیر دیانتدارانہ بات جس میں حقیقت کے صرف ایک سبک پہلو کو اچھالا گیا ہے، یاد نہیں پڑتا کہ کہیں اور دیکھی ہو۔

مجھے احساس ہے کہ میں بڑی قطعیت سے گفتگو کر رہا ہوں لیکن اختلاف کو محض اختلاف سمجھتے ہوئے غالباً اس کا کوئی خیال نہ کریں گے بلکہ قدر کریں گے۔"

(نگار)

مَیں نے چاہا تھا کہ آپ کے خط کا جواب خط ہی کے ذریعے دے کر خاموش ہو جاؤں لیکن اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ آپ ہی کی طرح بعض اور اصحاب کچھ ایسے ہی شبہات اپنے دل میں رکھتے ہوں، نگار کے ذریعہ گفتگو کرنا زیادہ مناسب نظر آیا۔

سب سے پہلے مجھے یہ حقیقت واضح کر دینا چاہیئے کہ احمدی جماعت کے متعلق میں نے جو خیال ظاہر کیا ہے اس کا خود میرے عقیدہ سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ جس حد تک اصطلاحی ایمان کی تفصیل اور اس کے مابعد الطبیعاتی عقائد کا تعلق ہے (جس میں حشر و نشر، دوزخ و جنت، وجود ملائکہ، بقاء روح و معجزہ وغیرہ کا مادی تصور شامل ہے) میرا مسلک کچھ اور ہے۔ میں ان میں سے کسی چیز کے مادی و محسوس وجود کا قائل نہیں لیکن میرا یہ انکار صرف اسلئے ہے کہ ان میں سے کوئی بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اور نہ میرے نزدیک خدائے واحد کی صحیح عظمت کا تصور اس وقت تک ممکن ہے جب تک ان تعینات مادی سے بلند ہو کر اس کی کبریائی پر غور نہ کیا جائے۔ اور پھر یوں بھی طاعت و عبادت کے لئے "مے و انگبین" کی لاگ مجھے پسند نہیں۔

تاہم میرا یہ انکار قطعاً غیر جارحانہ ہے یعنی اگر کوئی جماعت بلندی اخلاق کے حصول کے لئے ان تمام باتوں کا صحیح تسلیم کرنا ضروری سمجھتی ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ شوق سے اپنے عقائد پر قائم رہے۔ بشرطیکہ ان عقائد کے مقابلہ میں وہ اصلاح اعمال و کردار کو ثانوی حیثیت نہ دے اور صرف ان عقائد یا ظاہری طاعت و عبادت ہی کو مذہب کا تنہا نصب العین نہ قرار دے جیسا کہ آج کل عام طور پر دیکھا جا رہا ہے۔

علماء اسلام سے میرے اختلاف کا باعث یہی ہے کہ وہ اسلام کو رسمی طاعت و عبادت کی سطح سے اوپر لے جانا ضروری نہیں سمجھتے اور میں طاعت و عبادت کو ثانوی درجہ دے کر محض تزکیہ نفس و اعمال کو اسلام کا حقیقی مقصود قرار دیتا ہوں۔ ممکن ہے آپ یہ خیال فرمائیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ محض ظن و تخمین ہے لیکن میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ یہ بالکل حقیقت ہے۔ کیونکہ میں نے ایک بار مختلف جماعتوں کے علماء سے بھی استفسار کیا تھا کہ اصل چیز عبادت ہے یا بلندی اخلاق ہے تو سوا چند احمدی علماء کے سب نے یہی جواب دیا تھا کہ اصل چیز شعائر اسلام کی پابندی ہے اور محض اخلاق کی پاکیزگی موجب نجات نہیں ہو سکتی۔

پھر ظاہر ہے کہ وہ شخص جو مذہب کا اتنا وسیع مفہوم اپنے سامنے رکھتا ہو وہ اگر کسی مذہبی جماعت کی بابت کوئی رائے قائم کرے گا تو اس کے سامنے سوال صرف اس جماعت کی عملی زندگی کا ہوگا نہ یہ کہ اس کے عقائد کیا ہیں اور اس کی طاعت و عبادت کے طریقے کیا؟ —— اور —— یہی وہ چیز تھی جس نے مجھے احمدی جماعت کی تعریف کرنے پر مجبور کر دیا، کیونکہ اس وقت تمام ان جماعتوں میں جو اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرتی ہیں۔ صرف یہی ایک جماعت ایسی ہے جو بانیٔ اسلام کی متعین کی ہوئی شاہراہ زندگی پر پوری استقامت کے ساتھ گامزن ہے —— اور —— گو اس کا

احساس تنہا مجھی کو نہیں بلکہ احمدی جماعت کے مخالفین کو بھی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مجھے اس کے اظہار میں باک نہیں اور انکی رعونتِ نفس یا احساسِ کمتری اس اعتراف سے باز رکھتا ہے۔

بات بڑھتی جا رہی ہے لیکن غالباً بے محل نہ ہوگا اگر اس سلسلہ میں یہ بھی ظاہر کر دوں کہ گزشتہ نصف صدی کے عرصہ میں جو زیادہ تر مولویوں ہی سے جنگ کرنے میں گزرا ہے میرا خیال کیوں احمدی جماعت کی طرف منتقل نہیں ہوا۔ اور اب وہ کونسی نئی بات ایسی پیدا ہو گئی جس نے مجھے دفعتاً اس طرف متوجہ کر دیا۔

اس کا سبب صرف یہ ہے کہ میں اس عرصہ میں صرف اس بات پر غور کرتا رہا کہ مسلم جماعت کیوں اس قدر زبوں حالی اور اخلاقی پستی میں مبتلا ہے۔ وہی قرآن جو صحابہ کے زمانہ میں تھا اب بھی جوں کا توں موجود ہے۔ وہی تعلیماتِ اسلامی جن کی بدولت عرب کے بادیہ نشینوں نے اکاسرہ و قیاصرہ کی عظیم الشان حکومتوں کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیا تھا اب بھی علیٰ حالہا قائم ہیں لیکن آج مسلمان وہ نہیں ہے جو پہلے تھا۔ یقیناً یہ رجعت قہقری ہم کو پیروانِ اسلام ہی میں نہیں بلکہ دوسرے مذاہب و ادیان کی تاریخ میں بھی نظر آتی ہے۔ اور جب ہم ان کے عروج و زوال کے اسباب پر غور کرتے ہیں تو صرف ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں انقلابات کتابوں نے نہیں بلکہ ہمیشہ شخصیتوں نے پیدا کئے ہیں۔ یعنی جب تک کوئی اُبھارنے والی شخصیت موجود رہی تو قوم بھی ترقی کرتی رہی اور جب وہ شخصیت فنا ہو گئی تو قومی ترقی بھی رُک گئی اور رفتہ رفتہ پھر لوٹ کر اسی نقطہ تک پہنچ گئی جہاں سے وہ آگے بڑھی تھی۔

اس لئے اگر مسلمان اس وقت تباہ و برباد ہیں تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان میں اب کوئی شخصیت ایسی موجود نہیں جو عملاً ان کو تعلیماتِ قرآنی کی طرف لے جائے۔ حالانکہ ہمارے علماء و اکابرِ دین ہی میں سے کسی ایسی شخصیت کو اُبھرنا چاہیئے تھا لیکن نہیں اُبھری۔

یہ تجربہ اس میں شک نہیں میرے لئے بڑا دردناک تھا اور اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی تحریک ہمارے علماء میں پھر زندگی پیدا کر دے۔ میں نے بعض عملی پروگرام بھی ان کے سامنے پیش کئے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس تن پرور و عیش کوش جماعت نے مطلق توجہ نہیں کی۔ اور جب انکی طرف سے مایوس ہو کر میں نے دوسری جماعتوں کے حالات کی جستجو شروع کی تو آخر کار نگاہ جا کر ٹھہری احمدی جماعت پر۔ جیسا کہ میں اگست کے نگار میں آگاہ کر چکا ہوں۔ اس جماعت کے متعلق میں کوئی اچھا خیال نہ رکھتا تھا لیکن جب میں نے اس کے مؤسس و بانی کی زندگی، اس کی تعلیمات اور تنظیم پر غور کیا تو ماننا پڑا کہ اس وقت صرف یہی ایک جماعت ایسی ہے جس نے اس نکتہ کو سمجھا کہ اصل ایمان محض اقرار باللسان نہیں بلکہ اقرار بالعمل ہے اور اپنی مضبوط تنظیم و استقامت کر دار سے زندگی کی راہیں بدل دیں، ذہنی اقدار بدل دیئے، زاویۂ فکر و نظر بدل دیا اور مسلمانوں کو پھر اس راہ پر لگا دیا جو بانیٔ اسلامؐ نے متعین کی تھی۔

پھر یہ بات ایسی نہیں جس پر کسی منطقی حجت لانے کی ضرورت ہو۔ خود غور کیجئے کہ آپ کی اور احمدی جماعت کی زندگی میں کتنا نمایاں فرق ہے۔ آپ کے یہاں زندگی نام ہے منتشر انفرادی تشخص کا، اور ان کے یہاں مرکزی ہیئت اجتماعی کا۔ آپ کی اجتماعیت افراد میں بٹ کر "ھباءً منثوراً" ہو چکی ہے اور ان کے یہاں تمام افراد سمٹ کر صرف ایک "حبل المتین" سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ آپ کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور وہ اس بکھرے ہوئے شیرازہ کے اوراق کو اکٹھا کر رہے ہیں۔

ان کی سادہ معاشرت، ان کی سادہ زندگی، ان کا جذبۂ خلوص و صداقت ایثار و قربانی، پاسِ عہد، پابندیٔ شریعت اور سب سے زیادہ ان کی عملی استقامت اور

شدائد کے مقابلہ میں فلسفیانہ صبر و ضبط ــــ یہ ہیں احمدی جماعت کے وہ بنیادی عناصر و اجزاء جن پر اس کے قصر اجتماعیت کی تعمیر ہوئی ہے۔ اور جن سے اعراض کر کے دوسری مسلم جماعتیں اپنے وجود کو ختم کر چکی ہیں۔

پھر آپ ان حقائق کو تو سامنے رکھتے نہیں اور مجھے الجھانا چاہتے ہیں عقائد کی فروع و زوائد میں جو میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے

تو از آتش دخاں بینی و من آتش از دخاں بینم

آپ کو اس آگ میں صرف دھواں ہی دھواں نظر آتا ہے اور مجھے اس کے دھوئیں میں بھی آگ نظر آتی ہے

وشتان ما بين الخلّ والخمر!

بانیٔ احمدیت کے متعلق میرا مطالعہ ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب کی سیرت، ان کی تعلیمات، ان کی دعوت اصلاح، ان کے تفہیمات قرآنیہ ان کے عقائدی نظریئے اور ان کے تمام عملی کارناموں کو سمجھنے کے لئے کتنا زمانہ درکار ہوگا۔ کیونکہ ان کی وسعت و ہمہ گیری کا مطالعہ "قلزم آشامی" چاہتا ہے۔ اور یہ شاید میرے بس کی بات نہیں، تاہم اگر اس وقت تک کے تمام تاثرات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر مجبور کیا جائے تو میں بلا تکلف کہہ دوں گا کہ وہ بڑے غیر معمولی عزم و استقلال کا صاحب فراست و بصیرت انسان تھا جو ایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کا دعویٰ تجدید و مہدویت کوئی یاد رہوا بات نہ تھی۔

اس سلسلہ میں آپ مجھ سے "کیوں اور کیا" کا سوال نہ کیجیے۔ کیونکہ یہ گفتگو بہت تفصیل چاہتی ہے اور اس وقت موضوع کچھ اور ہے۔ تاہم آپ کے خط کے پیش نظر مجھے اس قدر عرض کرنا ہے کہ آپ نے جو الزامات اس جماعت پر قائم کئے ہیں ان میں سے اکثر بالکل لغو و غلط ہیں اور بعض مطلقاً آپ کے مزعومات سے تعلق رکھتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

۱۔ آپ کا یہ خیال کہ احمدی جماعت اسلامی ممالک میں اپنے حقیقی عقائد پیش نہیں کرتی صحیح نہیں۔ اوّل تو آپ کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر غیر ممالک میں وہ انہیں عقائد کی تبلیغ کرتے جو عام مسلمانوں کے ہیں تو یقیناً ان سے یہ سوال کیا جاتا کہ جب آپ کے عقائد بھی وہی ہیں جو مسلم جمہور کے، تو پھر ایک علیحدہ جماعت بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن آج تک کسی نے یہ سوال ان سے نہیں کیا۔ ان کے جتنے اخبارات و رسائل دوسری زبانوں میں شائع ہوتے ہیں ان کے مطالعہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ وہ اپنے عقائد کو کبھی نہیں چھپاتے۔ اور علی الاعلان وہی کہتے ہیں جسے وہ حق سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود بانیٔ احمدیت کی کتابوں کے ترجمے بھی غیر زبانوں میں اسی غرض سے شائع کئے گئے کہ احمدیت کے صحیح مشن سے دنیا آگاہ ہو جائے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ افغانستان میں ایک مبلغ کو تہ تیغ کیا گیا محض اس جرم میں کہ وہ احمدی عقائد کی تبلیغ میں مصروف تھا اور دمشق میں بھی دوسرے مبلغ پر قاتلانہ حملہ اسی جرم میں کیا گیا۔ جب ۱۹۲۴ء میں بانیٔ احمدیت دیمبلے کی مذہبی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لندن گئے تو جاتے ہوئے دمشق میں قیام کیا اور وہاں کے علماء سے بھی انہیں مخصوص عقائد کے پیش نظر مناظرہ ہوا۔ ان حالات میں آپ کا یہ ارشاد کہ غیر ممالک کے لئے ان کے تبلیغی اصول کچھ اور ہیں یقیناً نادرست ہے۔ آپ نے یہ خیال غالباً لندن کے اسلامک ریویو کو دیکھ کر قائم کیا ہوگا لیکن آپ کو شاید معلوم نہیں کہ اسے احمدی جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ کعبہ سے سنگ اسود کا ایک ٹکڑا اٹھا لانے کی تحریک

[illegible] (الفرقان)

کے متعلق اس کے سوا کیا عرض کروں کہ

سادگی ختم ست چوں آئینہ برنسیان ما

حیرت ہے کہ آپ نے اسے کیسے باور کر لیا۔ غور کیجئے کہ وہ ایسا کیوں کرتے؟ کیا اس لئے کہ وہ قادیان کو دوسرا کعبہ بنانا چاہتے تھے۔ کیا اس لئے کہ وہ برکاتِ سماوی کا کوئی بڑا مہبط ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ حرمین کی عزت و عظمت کا جو تصور ان کے سامنے ہے وہ مشکل ہی سے کسی دوسری مسلم جماعت میں پایا جاتا ہے لیکن اس کا تعلق نہ سنگِ اسود سے ہے نہ غلافِ کعبہ سے بلکہ اس حقیقت سے کہ ان مقامات کو دنیا کے سب سے بڑے نبی کے موطن و مہبط ہونے کی عزت حاصل ہے اور یہ نسبت چرائی نہیں جا سکتی۔

احمدی جماعت اور اس کے قائدین چاہے کچھ ہوں لیکن اتنے احمق کبھی نہیں ہو سکتے کہ وہ اس حرکت سے خود اپنے مشن کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچاتے۔

۳ - ربوہ میں قصرِ نبوت اور قصرِ اقدس کے نام سے کوئی عمارت موجود نہیں۔ آپ کی اطلاع بالکل غلط ہے۔ خلیفہ کی قیام گاہ کا نام البتہ انہوں نے "قصرِ خلافت" رکھا ہے لیکن جب انہوں نے اس شخص کو خلیفہ و امام تسلیم کر لیا ہے تو ظاہر ہے اس کی جائے قیام کو "خلافت" ہی سے منسوب کریں گے۔ اور اسی نسبت سے اس کو یاد کرنا زیادہ مناسب ہے۔ ممکن ہے لفظ قصر پر آپ کو اعتراض ہو کہ اس سے بوئے دولت و ثروت آتی ہے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عربی میں لفظ قصر مطلقاً جائے قیام اور گھر کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک کوٹھڑی بھی پتھر چُن کر بنائی جائے تو اسے قصر کہہ سکتے ہیں۔

قادیان اور ربوہ میں نسبتی و عقائدی سلسلہ کے لوگوں کے لئے بے شک قبرستان موجود ہے جسے وہ "مقبرہ بہشتی" کہتے ہیں۔ لیکن اس پر ناک بھوں چڑھانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر آپ مرنے والوں کے نام کے ساتھ مرحوم و مغفور کا اضافہ کرتے ہیں تو ان کے مدفن کو بہشتی مقبرہ کہنے میں کیا حرج ہے۔ اگر مرحوم و مغفور کہنا تمنا یا دعا ہے تو قبرستان کو بہشت سے منسوب کرنا اسی قبیل کی چیز ہے۔ رہا یہ امر کہ وہ نجاستی کا گھر ہیں، سو احمدیت کے خلاف ایسے اوچھے ہتھیار استعمال کرنا مناسب نہیں کیونکہ اس سے ان کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا آپ ہی کا احساسِ کمتری ضرور سامنے آ جاتا ہے۔

۴ - آپ نے ایک جگہ یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ ان کی تحریک قرامطہ و باطنیوں کی سی تھی۔ یہ پڑھ کر میں حیران رہ گیا معلوم ہوتا ہے نہ آپ نے قرامطہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اور نہ احمدی جماعت کی زندگی کا۔ کجا قرامطہ و باطنیین جن کی تحریک کی بنیاد ہی قتل و خونریزی پر قائم تھی اور کجا احمدیین جن پر ہمیشہ ظلم کیا گیا۔ اور جنہوں نے اپنے شجرِ ایمان کی آبیاری ہمیشہ اپنے خون سے کی۔ حال ہی میں پاکستان کے اندر محض ایک جھوٹے پروپیگنڈا پر کہ وہ رسول اللہ کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتے انتہائی بے دردی کے ساتھ ان کو قتل و ذبح کیا گیا۔ لیکن یہ سب کچھ انہوں نے انتہائی صبر و ضبط سے برداشت کیا۔ اور آخر کار اسی سرزمین میں جہاں ان کا خون بہایا گیا تھا ربوہ میں اپنا زبردست ادارہ قائم کر کے دکھا دیا کہ

عشق ہر جا می رود ما را بہ ساماں می برد

۵ - آپ نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ آجکل مرزا صاحب کی

تحریروں کو ایک عظیم فلسفہ کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اس سے قبل اس حیثیت سے پیش نہیں کیا جاتا تھا۔ حالانکہ مرزا صاحب کی جو تحریریں اب پیش کی جا رہی ہیں وہ پہلے بھی موجود تھیں۔ اور اگر ان تحریروں میں آج فلسفہ پایا جاتا ہے تو پہلے بھی پایا جاتا ہوگا۔ آپ کا یہ اعتراض بالکل میری سمجھ میں نہیں آیا۔

۶ - آپ نے اس امر کے ثبوت میں کہ مرزا صاحب رسول اللہ کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس پر جو صغریٰ کبریٰ قائم کیا ہے وہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ آپ ایک طرف خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ محمدؐ کو خاتم النبیین سمجھتے تھے اور دوسری طرف اس کی تردید بھی کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو یقیناً ظل نبوی یا مہدی موعود سمجھتے تھے لیکن ان کا یہ کہنا عقیدہ خاتم النبیین کے منافی نہیں۔ کیونکہ جس نبوت کو وہ آخری نبوت سمجھتے تھے اس کا انہوں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ اور جس ظلی ملکہ نبوت کا حامل وہ اپنے آپ کو کہتے تھے وہ کوئی نئی چیز نہیں۔ رسول اللہ نے خود اپنی اُمت کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل ظاہر کیا ہے۔ اور مرزا صاحب یقیناً اُمتِ محمدی ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

مرزا صاحب کے دعاوی میں اہم ترین دعویٰ یہی ہے کہ وہ مجدد تھے، سایۂ نبوی تھے، مہدی موعود تھے، لیکن ان سب کا مفہوم ایک ہی تھا یعنی یہ کہ وہ احیاء دین کے لئے مامور ہوئے تھے۔ اور اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاق اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی کو ہم یقیناً "اسوہ نبوی" کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مہبطِ وحی و الہام بھی کہتے تھے۔ بظاہر یہ الفاظ بہت خطرناک نظر آتے ہیں لیکن اس مسئلہ پر نگار میں ہم بحوالہ آیاتِ قرآنی کافی تفصیل کے ساتھ ظاہر کر چکے ہیں کہ وحی و الہام انبیاء کیلئے مخصوص نہیں اس میں حیوانات بھی شامل ہیں۔ یہاں تک کہ نہ صرف تقویٰ بلکہ فسق و فجور کے میلان کو بھی الہام ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (فالھمھا فجورھا وتقوٰھا)

اب رہا یہ امر کہ مرزا صاحب واقعی مہبطِ الہام تھے یا نہیں اور ان کے الہامات کیا اور کیسے ہوتے تھے یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر ہم آئندہ کسی وقت تفصیلی گفتگو کریں گے۔

ناسخ و منسوخ اور وفاتِ عیسیٰؑ کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ہمارے بعض علماء متقدمین کو بھی اتفاق ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ مرزا صاحب نے حالاتِ حاضرہ کے پیش نظر اسے زیادہ زور و قوت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

رہا معاملہ مہدی و موعود ہونے کا سو اس پر ہمیں آپکو غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ دراصل چیلنج ہے غیر احمدی علماء کیلئے جو خود بھی احادیث و روایات سے ظہور مہدی کا استدلال کرتے ہیں اور مرزا صاحب انہیں احادیث و روایات سے اپنے آپکو مہدی موعود و مثیلِ مسیح ثابت کرتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بھی مجھے بسیط بحث کرنا ہے۔

یہاں تک تو آپکے اعتراضات کا جواب تھا۔ لیکن اب مجھے اس سے ہٹ کر بھی کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ آپ اس باب میں خود تحقیق و جستجو سے کام لیجئے، دوسروں کے کہنے پر اعتماد نہ کیجئے۔ اور اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھے امید ہے کہ آپ کو بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ بانیٔ احمدیت واقعی غیر معمولی فکر و نظر رکھنے والا انسان تھا اور قدرت کی طرف سے ایک خاص ذہنی قوت لیکر آیا تھا جس نے ہر ہر قدم پر اس کی رہبری کی اور تعمیر اخلاق و کردار کی ایک بڑی یادگار اپنے بعد چھوڑ گیا۔

می گویم و بعد از من گویند بدستانہا

(نگار لکھنؤ، نومبر ۱۹۵۹ء)

اسلامی اُخوّت کا فقید المثال نمونہ

ایک شب جب حضرت عمرؓ حسبِ عادت گشت پر تھے اور مدینہ کے ایک کھلے میدان میں گزر رہے تھے تو ان کا گزر ایک بالدار خیمہ پر سے ہوا جہاں سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی اور دروازے پر ایک مرد بیٹھا ہوا تھا۔ عمرؓ نے اس شخص کو سلام کیا اور پوچھا کون ہو؟ جواب ملا کہ ایک بدوی ہوں، امیرالمؤمنین کے جود و عطا سے کچھ حاصل کرنے کے ارادہ سے آیا ہوں۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ اندر سے آواز کیسی آ رہی ہے؟ وہ آدمی جسے معلوم نہیں تھا کہ وہ امیرالمؤمنین سے مخاطب ہے شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا۔ میاں جہاں جا رہے ہو جاؤ، یہ سب پوچھ کر تم کیا کرو گے؟ عمرؓ مُصر ہوئے کہ ہمیں بتاؤ تو، اس نے بتایا کہ اندر میری بیوی ہے جسے دردِ زہ ہو رہا ہے، اور اس کے پاس کوئی نہیں ہے! عمرؓ یہ حال معلوم کر کے اپنے گھر آئے۔ اور اپنی اہلیہ اُمّ کلثوم بنتِ علی رضی اللہ عنہ سے بولے کہ ایک ثواب کماؤ گی جو خود چل کر تمہارے پاس آ گیا ہے؟ اہلیہ نے دریافت کیا، "کیا ہے؟"۔ آپ نے پوری بات بتائی اور فرمایا کہ ایک نومولود کے لئے کپڑوں کی اور زچہ کے لئے تیل وغیرہ کی جو ضرورت ہوتی ہے وہ ساتھ لے لو، نیز ایک ہانڈی لے لو اور اس میں کچھ کھانے کا سامان رکھ لو، ام کلثوم نے فوراً تیاری کر لی، عمرؓ نے ہانڈی اٹھائی اور اُمّ کلثوم ان کے پیچھے پیچھے چلیں۔ منزلِ مقصود آ گئی۔ عمرؓ نے کہا تم اندر چلی جاؤ اور خود مرد کے پاس باہر بیٹھ گئے۔ وہیں خود آگ جلائی اور جو کچھ لائے تھے اُسے پکا کر تیار کیا۔ بدوی غریب بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اُسے بالکل نہیں پتہ تھا کہ یہ کون ہے۔ اتنے میں اندر ولادت کا مرحلہ طے ہو گیا، اور حضرت اُمّ کلثوم کی آواز آئی "امیرالمؤمنین اپنے دوست کو خوشخبری دیجئے فرزند کی!" یہ آواز جو بدوی کے کانوں میں پہنچی، اور معلوم ہوا کہ یہ تو امیرالمؤمنین ہیں تو اس کے ہوش خراب ہو گئے۔ ایک دم سے اُٹھ کر دُور بیٹھنے لگا۔ عمرؓ نے فرمایا "نہیں نہیں، اپنی جگہ رہو، مجھ سے دُور ہونے کی ضرورت نہیں۔ پھر ہانڈی اُٹھائی اور اہلیہ کو پکارا کہ اندر لے جا کر عورت کو کھلاؤ۔ جب وہ کھا چکی تو واپس منگا کر اس کے مرد کو دی اور اس سے کہا۔ لو میاں کھا پی لو، تم رات بھر جاگ رہے ہو —— اس کے بعد اہلیہ کو لے کر روانہ ہو گئے۔ اور چلتے وقت بدوی سے کہا، کل ہمارے پاس آ جانا، تمہارے لئے کچھ بندوبست کر دیا جائے گا۔ صبح ہوئی تو بدوی پہنچا، آپ نے اس کے بچے کے لئے وظیفہ مقرر فرما دیا، اور اُسے بھی کچھ دیا۔

(ماخوذ)

سورۃ البقرۃ

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ

اے ایمان دارو! اپنی کمائی ہوئی پاکیزہ چیزوں[1] میں سے

وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا

نیز ان اشیاء میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں راہ خدا میں خرچ کرو۔ ان میں سے ایسی ردی

الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا

چیز کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرو جسے تم خود بجز کراہت حس کے لینے کے لئے تیار

أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ

نہ ہو۔ تم یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور

تفسیر:- [1] حلال اور طیب اشیاء کے راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ پاکیزہ قربانی ہی بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرتی ہے۔ خبیث اور ردی چیزوں کو چن چن کر دینے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ روح جذبہ قربانی کے منافی ہے نیز غیر معیاری بر خود پسندی بر دیگراں میسند کے اصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ الخبیث: ما یکرہ رداءۃ وخساسۃ جو چیز ردی اور ناکارہ ہونے کے باعث ناپسند ہو۔ (المفردات) امام حسن بصری کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جسے تم بزارت خرید نے پر بھی اسی صورت میں آمادہ ہو سکو جب اس کی قیمت بالکل گرا دی جائے وہ خبیث ہے (الکشاف)

[2] وَعَدَ یَعِدُ وعیداً کے معنے ڈرانے، دھمکانے اور خطرہ ظاہر کرنے کے ہوتے ہیں شیطان لوگوں کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے روکتا ہے اور انہیں وسوسہ ڈالتا ہے کہ پھر تم بھوکوں مروگے لیکن بدی اور بے حیائی کے کاموں پر ان سے بے شمار خرچ کرواتا ہے۔ الفحشاء کے ایک معنے بخل اور کنجوسی کے بھی ہیں۔ گویا شیطان اللہ کے رستہ میں بخل کی تحریک کرتا ہے

حَمِيْدٌ ○ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ

ہر قسم کی ستائش کا مالک ہے۔　شیطان تم کو (راہ خدا میں خرچ کرنے کی صورت میں) تنگدستی سے ڈراتا ہے　اور تمہیں بے حیائی یا

بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ

بخل پر آمادہ کرتا ہے۔　اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتا

فَضْلًا ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ

ہے　اللہ تعالیٰ بڑی وسعتوں والا اور خوب جاننے والا ہے　وہ جسے چاہتا ہے حکمت

مَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ

عطا فرماتا ہے　اور جس کو حکمت دی گئی اسے بہت بڑی ثروت و دولت

خَيْرًا كَثِيْرًا ط وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

دی گئی۔　ان باتوں سے صرف عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ

تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے　یا　نذر　مانو گے

مگر شیطانی کاموں پر دھڑا دھڑ مال خرچ کرواتا ہے لیکن اسکے مقابل اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو اس کے راستہ میں بے دریغ خرچ کرنے والے ہیں مغفرت اور فضلوں کے وعدے کرتا ہے اور انہیں پورا فرماتا ہے۔

سلہ لفظ الحکمۃ بہت وسیع ہے لکھا ہے والحکمۃ اصابۃ الحق بالعلم والعقل فالحکمۃ من اللہ تعالیٰ معرفۃ الاشیاء وایجادھا علیٰ غایۃ الاحکام ومن الانسان معرفۃ الموجودات وفعل الخیرات (المفردات) کہ حکمت کے معنے علم و عقل سے حق کو پا لینے کے ہیں۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کیلئے آئے تو اسکے معنے ہونگے کہ وہ تمام چیزوں کو پورے طور پر جانتا اور انہیں پختگی سے وجود بخشتا ہے اور جب یہ لفظ انسان کے حق میں بولا جائے تو اس سے مراد موجودات کی معرفت اور نیکیوں کی بجا آوری ہو گی۔

الحکمۃ: العدل والعلم والحکم والنبوّۃ والقرآن والانجیل ووضع الشیٔ فی موضعہ وصواب الامر وسدادہ (کلیات ابی البقاء)

حکمت کے معنے (۱) عدل و انصاف (۲) علم (۳) حکمرانی (۴) نبوت (۵) قرآن مجید (۶) انجیل (۷) کسی چیز کو اس کے موقعہ پر رکھنا (۸) درست اور پختہ بات۔

فَإِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ

اللہ تعالےٰ کو وہ ضرور معلوم ہوگا ۔ ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں

أَنْصَارٍ ○ إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ

ہوتے
اگر تم اپنے صدقات کو برملا ادا کروگے تو یہ بھی خوب ہے ۔

وَإِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ

اور اگر تم ان کو مخفی رکھ کر مستحق غرباء کو دے دو تو یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ

تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے اللہ تعالےٰ تمہارے کئی گناہوں اور بُری عادتوں کو دُور فرمائے گا ۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ لَيْسَ عَلَيْكَ

اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے ؎۴ اے پیغمبر! تیرے ذمہ ان کو

هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ہدایت پر قائم کر دینا نہیں ہے ؎۵ لیکن اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ۔

ان معانی کی روشنی میں یؤتی الحکمۃ من یّشاء کا بہت وسیع مفہوم ہے موقعہ کے مناسب ہر لغوی معنے مراد لئے جاسکتے ہیں۔

؎۴ صدقات کے بارے میں قرآنی تعلیم ہی جامع اور مکمل ہے بعض دفعہ دوسروں کو تحریک کرنے کے لئے یا بعض دشمنوں یا کمزوروں کی بدظنی کو دُور کرنے کے مزید فائدہ کے مدنظر سب کے سامنے صدقہ ادا کرنا بھی مفید اور ضروری ہوتا ہے لیکن چونکہ اس طریق سے کبر اور انانیت کے پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہے اسلئے مخفی صدقہ کو ترجیح دی گئی ہے نفس کی اصلاح کے لئے یہ صورت زیادہ بہتر ہے۔ اور جن کو صدقہ دیا جاتا ہے ان کے لحاظ سے تو یہی طریق مناسب ہے ۔

؎۵ رسول کی ذمہ واری تعلیمات ربّانی کے پہنچانے تک ہے ۔ دلوں کی حالت کا بدلنا رسول کے اختیار میں نہیں ۔ عقیدہ اور نیت کا تعلق دل سے ہے ۔ نیک نیتی سے صدقہ دینا اور محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر صدقہ دینا بھی نتیجہ خیز ہوتا ہے ۔ اس کی طرف خاص توجہ دلائی ہے ۔ بلکہ جملہ وَمَا تُنْفِقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ کی تو ساخت ہی ایسی رکھی ہے کہ گویا مومن سے توقع ہی نہیں کہ وہ بجز خوشنودیٔ باری تعالیٰ کے کسی اور غرض کو بھی پیش نظر رکھ سکتا ہے ۔

؎۶ اس آیت میں صدقات کے بدرجۂ اولیٰ مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں راہِ خدا میں جہاد کی وجہ سے یا جہاد کی تیاری کے باعث سارے کاروبار ترک کرنے پڑتے ہیں اور سارا وقت دین کی خاطر صرف کرنا پڑتا ہے وہ اپنے اعلیٰ

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ

تم لوگ جو مال بھی خرچ کروگے اس کا فائدہ تم کو ہی ہوگا ۔ تمہیں چاہیئے کہ جو بھی خرچ کرو

اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے کرو ۔ تم جو پاکیزہ مال خرچ کروگے اس کا

يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ لِلْفُقَرَاۗءِ

پورا پورا اجر تم کو ملے گا اور تم پر کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا ۔ (یہ صدقات و اخراجات) ان

الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

غرباء کے لئے ہیں جنہیں اللہ کی راہ میں بند کر دیا گیا ہے وہ زمین میں چلنے اور کمانے کی

ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُھُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاۗءَ

طاقت نہیں پاتے ۔ ان کے سوال سے گریز کے باعث ناواقف ان کو غنی اور

مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُھُمْ بِسِيْمٰھُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ

مالدار خیال کرتے ہیں ۔ لیکن تو ان کی حالتوں سے ان کو پہچان سکتا ہے ۔ وہ لوگوں سے پیچھے پڑکر

النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

کبھی نہیں مانگتے ۔ تم یقین جانو کہ تم جو عمدہ مال اور مفید چیزیں خرچ کروگے اللہ تعالیٰ

بِهٖ عَلِيْمٌ ○ ۲۷ ع ۵

انہیں خوب جاننے والا ہے ؎

اخلاق کے باعث کسی سے سوال کرنے کے روادار نہیں ہوتے ۔ گو ان کے حالات کی کریدسے ان کی مفلسی اور غربت اور تنگدستی عیاں ہو جاتی ہے ایسے لوگوں کی ضروریات کو اسلام نے مقدم رکھا ہے ۔

ان لوگوں میں وہ اصحاب بھی شامل ہیں جو اپنی زندگی دین کی خاطر وقف کرکے دن رات اسی کام میں منہمک رہتے ہیں ایسے مستحقین کی ہر رنگ کی امداد لازمی اور ضروری ہے ؎

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں

(۴)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "الادب المفرد" کے انتخاب کی قسط ۴ مع ترجمہ و تشریح درج ذیل ہے:-

۱۳- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ اَنْ يَشْتِمَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ فَقَالُوْا كَيْفَ يَشْتِمُ قَالَ يَشْتِمُ الرَّجُلَ فَيَشْتِمُ اَبَاهُ وَ اُمَّهٗ -

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے سکتا ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دوسرے کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ اور ماں کو گالی دیتا ہے۔

تشریح :- اسلام میں گالی دینا بہت بڑا جرم ہے اور پھر اپنے ماں باپ کو گالی دینا تو اتنا گھناؤنا اور بھیانک ہے کہ صحابہ اس کو سُن کر حیران رہ گئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالیاں دے۔ حضورؐ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ درست ہے کہ کوئی شخص براہِ راست اپنے ماں باپ کو گالی نہ دے گا لیکن جب وہ دوسرے شخص کو یا اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ شخص جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے جس کی تحریک یا اشتعال پر اس نے اس کے ماں باپ کو گالی دی ہے۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گالی دینے کی بدعادت والے انسان کو اس بھیانک پہلو کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ وہ اس طرح اپنے ماں باپ کو خود گالی دینے والا قرار پائے گا۔

۱۴- عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ ذَنْبٍ اَجْدَرُ اَنْ يُّعَجَّلَ

لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ مَعَ مَا يُدَّخَرُ لَهُ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو گناہ سب سے زیادہ اس قابل ہیں کہ ان کے مرتکب کو دنیا میں بھی جلد سزا دی جائے اور آخرت میں بھی اس سے مواخذہ ہو۔ اور وہ بغاوت اور رشتہ داری کے تعلقات کو قطع کرنا ہے۔

تشریح:۔ نظام اسلامی کی بغاوت اور قانون شکنی بہت خطرناک ہے اس سے امن عامہ برباد ہوتا ہے۔ پھر صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کرنا خاندانوں اور معاشرہ کی بربادی کا موجب ہے۔ اس سے مظلوموں کے دلوں کو سخت چوٹ لگتی ہے اور ان کی آہ عرش تک پہنچتی ہے۔ عام گناہوں کی سزا اگر دنیا میں مل جائے تو آخرت میں ان کے بارے میں مواخذہ نہیں ہوتا لیکن جو جرم ایسے ہوں کہ ان سے حقوق العباد بھی تلف ہوتے ہوں اور ان سے جذبات مجروح ہوتے ہوں ان پر آخرت میں بھی بازپرس ہوتی ہے اور دنیا میں بھی ان پر جلد سزا ملتی ہے۔

۱۵ - عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَهُنَّ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدَيْنِ عَلَى الْوَلَدِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوجعفرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں ایک تو مظلوم کی دعا۔ دوسرے مسافر کی دعا اور تیسرے ماں باپ کی بددعا بچے کے خلاف۔

تشریح:۔ دعا دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی آواز ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچنے کیلئے کسی مادی ذریعہ کی ضرورت نہیں۔ جب دردمند دل میں احساس کی شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ شدت اپنی مظلومی کی وجہ سے ہو یا تنہائی وغیرہ کے باعث ہو یا جذبات ابوّت و امومت کے کچلے جانے کے باعث ہو تو یہ شدت بارگاہِ ایزدی میں ضرور قبول ہوتی ہے اسلئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات کی دعاؤں کو بابرکت اور مقبول بتلایا ہے۔ اور ان حالات کی بددعاؤں سے ڈرایا ہے۔ بہتر ہے کہ ایسے رقت آمیز حالات پیش آنے پر انسان انہیں خیر کے پہلو کے لئے صرف کرے اور بددعا سے حتی الامکان اجتناب ہی کرے۔

خریدار حضرات کے لئے ضروری قواعد

۱۔ رسالہ کی تاریخ اشاعت ہر ماہ کی دس تاریخ مقرر ہے۔
۲۔ رسالہ پیشگی چندہ آنے پر جاری ہوتا ہے جو پاکستان اور بھارت کے لئے صرف پانچ روپے سالانہ ہے۔
۳۔ اگر کسی خریدار بھائی کو رسالہ نہ ملے تو اسی ماہ کی آخری تاریخ تک اطلاع دینے کی صورت میں رسالہ دوبارہ بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ بعد ازاں صرف قیمتاً مل سکے گا۔
۴۔ خط و کتابت کے وقت حتی الامکان اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں ——— (مینیجر الفرقان - ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات طیبات

استقامت کی حقیقت

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ استقامت سے خدائے تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہانتک کہ خدائے تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں، موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے۔ نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بیکس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہرچہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضا و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جبتک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آرہی ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۱۰-۱۱۱)

ظلمتیں کافور ہو جائیں گی اک دن دیکھنا!

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کا عارفانہ کلام)

ملتِ احمدؐ کے ہمدردوں میں غمخواروں میں ہوں
بے وفاؤں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں

فخر ہے مجھ کو کہ ہوں میں خدمتِ سرکار میں
ناز ہے مجھ کو کہ اس کے ناز برداروں میں ہوں

سر میں ہے جوشِ جنوں دل میں بھرا ہے نورِ علم
میں نہ دیوانوں میں شامل ہوں نہ ہوشیاروں میں ہوں

پوچھتا ہے مجھ سے وہ کیونکر ترا آنا ہوا
کیا کہوں اس سے کہ میں تیرے طلبگاروں میں ہوں

میں نے مانا تو نے لاکھوں نعمتیں کی ہیں عطا
پر میں ان کو کیا کروں تیرے طلبگاروں میں ہوں

شاہدوں کی کیا ضرورت ہے کسے انکار ہے
میں تو خود کہتا ہوں مولیٰ میں گنہگاروں میں ہوں

حملہ کرتا ہے اگر دشمن تو کرنے دو اسے
وہ ہے اغیاروں میں میں اس یار کے یاروں میں ہوں

ظلمتیں کافور ہو جائیں گی اِک دن دیکھنا
میں بھی اِک نورانی چہرے کے پرستاروں میں ہوں

اہلِ دُنیا کی نظر میں خواب و غفلت میں ہوں میں
اہلِ دل پر جانتے ہیں یہ کہ بیداروں میں ہوں

ہوں تو دیوانہ مگر بہتوں سے عاقل تر ہوں میں
ہوں تو بیماروں میں لیکن تیرے بیماروں میں ہوں

مدتوں سے مر چکا ہوتا غم و اندوہ سے
گر نہ یہ معلوم ہوتا میں ترے پیاروں میں ہوں

جانتا ہے کس پہ تیرا وار پڑتا ہے عدو
کیا تجھے معلوم ہے کس کے جگر پاروں میں ہوں

ساری دُنیا چھوڑ دے پر میں نہ چھوڑوں گا تجھے
درد کہتا ہے کہ میں تیرے وفاداروں میں ہوں

ہو رہا ہوں مست دیدِ چشمِ مستِ یار میں
لوگ یہ سمجھے ہوئے بیٹھے ہیں میخواروں میں ہوں

عشق میں کھوئے گئے ہوش و حواس و فکر و عقل
اب سوالِ دید جائز ہے کہ ناداروں میں ہوں

گو مرا دل مخزنِ تیرِ نگاہِ یار ہے
پر یہ کیا کم ہے کہ اس کے تیر برداروں میں ہوں

دورِ حاضر میں عیسائی دُنیا کے رُجحانات

(از جناب ڈاکٹر خلیل احمد صاحب ناصر ایم۔ اے امریکہ)

(۱)

عالمی جنگ نے بہت سی حکومتوں کے تختے اُلٹ دیئے کئی مقتدر اور عظیم طاقتیں یا تو بالکل ختم ہوگئیں یا پھر ایسے ضعف و اختلال کا شکار ہوئیں کہ ان کی پُرانی شوکت محض کہانی بن کر رہ گئی۔ سیاسی انقلاب کے ساتھ ساتھ اس تیزی سے بدلنے والے دَور میں دُنیا کا سماجی اور مذہبی معاشرہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اِدھر دُنیا اٹیمی دَور اور پھر اس کے بعد کائناتی دَور میں داخل ہوئی اُدھر سیاسی، معاشی اور مذہبی حلقوں میں بھی نئی تحریکیں پیدا ہوگئیں۔

(۲)

ان عالمگیر تبدیلیوں کا سب سے زیادہ اثر اہلِ مغرب نے محسوس کیا۔ بالخصوص مذہبی مفکرین اس نتیجے پر پہنچے کہ مذہبی روح کو قائم رکھنے اور اپنے دین یعنی عیسویّت کو ایک فعّال مذہب کے طور پر زندہ رکھنے کے لئے عیسائیت کا نئے سرے سے جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ اُن کے مذہبی تصورات دَورِ حاضرہ کے تقاضوں کو پورا کرسکیں۔ اس مضمون میں یہ تذکرہ مقصود نہیں کہ ان تقاضوں کی تکمیل کے اعتبار سے زعمائے عالمِ عیسویّت کہاں تک کامیاب ہوئے۔ یہ ایک الگ بحث ہے۔ اس جگہ عیسائیت کے صرف ایک نئے رجحان کے بعض اہم پہلوؤں کا ذکر مقصود ہے جو عالمِ اسلامی کے لئے کئی لحاظ سے گہری دلچسپی اور سنجیدہ غور کا متقاضی ہے۔ ایک باخبر اور دردمند مُسلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گردوپیش سے پوری طرح واقف ہو اور زمانہ حاضرہ کی مذہبی تحریکوں کا اس جہت سے مطالعہ کرتا رہے جو اسے عالمِ اسلام کا صحیح جائزہ لینے اور مسلمانوں کی حالت کے بہتر بنانے میں مدد دے۔

(۳)

عیسائیت اور اسلام دنیا کے دو بڑے مذاہب ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پیرو سینکڑوں فرقوں اور جماعتوں میں تقسیم ہوچکے ہیں۔ ان فرقوں میں سے بعض کے اختلافات نسبتاً اہم اور بنیادی عقائد پر مبنی ہیں لیکن بالعموم اکثر وجوہِ نزاع محض سطحی اور فروعی ہوتی ہیں۔ عیسائیت کے بعض فرقوں میں طریقِ تنظیم میں اختلاف کی وجہ سے بھی انشقاق پیدا ہوتا رہا اور ایک بڑا فرقہ مختلف الخیال چھوٹے گروہوں میں بٹتا چلا گیا۔ عالمی جنگ کے بعد کی دُنیا میں ان میں سے کئی ایک فرقوں کے اہلِ فکر راہنماؤں نے محسوس کیا کہ ایسے اختلافات بے معنی اور بے مدعا اور زمانۂ حال کے تقاضوں کے خلاف ہیں۔ اسلئے عیسائی دُنیا کو پھر سے متحد کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ اس قسم کا غور وفکر اور اس سلسلے میں محدود کوششیں تو کوئی پچاس سال سے جاری تھیں۔ لیکن وسیع اور معیّن اقدامات جنگ کے بعد ہی کئے گئے۔

(۴)

عیسائیت کی عالمی تحریکِ اتحاد جسے اصطلاحاً

Ecumenical موومنٹ کہا جاتا ہے کا باقاعدہ آغاز ۱۹۴۸ء میں ہوا جبکہ ایمسٹرڈم۔ ہالینڈ میں ورلڈ کونسل آف چرچز (World concil of churches) کا قیام عمل میں آیا۔ اس موقعہ پر بیشتر پروٹسٹنٹ فرقوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ رومن کیتھولکوں کے پروٹسٹنٹوں سے اختلافات بنیادی نوعیت کے ہیں اسلئے انہوں نے تو شرکت نہ کی۔ لیکن Eastern orthodox چرچوں کے نمائندے باوجود عقیدۃً پروٹسٹنٹوں کی نسبت رومن کیتھولکوں کے زیادہ قریب ہونے کے اس کانفرنس میں شریک ہوئے ورلڈ کونسل کا دوسرا تاریخی اجلاس ۱۹۵۴ء میں ایونسٹن امریکہ میں منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر ہمیں بھی ایک پمفلٹ کے ذریعے عیسائیت کے سینکڑوں فرقوں کے نمائندگان کو پیغام اسلام پہنچانے کا موقعہ ملا۔ کہا جاتا ہے کہ اب اگلا اجلاس ۱۹۶۱ء میں غالباً سیلون میں منعقد ہوگا۔ اس دوران میں جنیوا میں ورلڈ کونسل کے ہیڈ کوارٹر کی تعمیر بھی جاری ہے۔ ۱۹۵۴ء کے اجلاس کے بعد ورلڈ کونسل کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ایک ممبر ڈاکٹر بلیک نے کہا کہ اب ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ پروٹسٹنٹ دنیا کے بیشتر حصہ میں تحریکِ اتحاد جاری ہوگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اتحاد عقائد کے میدان میں تو ہونا موجودہ فضا میں کارے دارد ہے اسلئے فی الحال ورلڈ کونسل کا زور ایک دوسرے کو ہمدردی کے ساتھ سمجھنے اور مختلف سرگرمیوں میں تعاون تک محدود ہے۔ ۱۹۵۴ء کے فیصلوں کے تحت ورلڈ کونسل کا حالیہ مقصد یہ ہے کہ مختلف چرچوں کو ایک قسم کی فیڈریشن میں منظم کر دیا جائے تاکہ وہ مشترکہ مفاد کے لئے کوشاں ہو سکیں۔ رومن کیتھولکوں کی روایات اس طور کے اشتراک کی ابھی تک قائل نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک غیر رومن کیتھولک اور وہ ایک مذہبی پلیٹ فارم پر مساویانہ نہیں چل سکتے۔

(۵)

رومن کیتھولکوں کی غالیانہ شدت کے باوجود پروٹسٹنٹوں کے قریباً اڑھائی صد فرقوں میں اس تحریک اتحاد کا عمومی طور پر خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ ان کے لیڈر یہ کہہ رہے ہیں کہ اس وقت جبکہ عیسائیوں کی تعداد دنیا کی کل آبادی کے ایک تہائی سے بھی کم ہے وہ ایسی مسموم و مخالف بادِ تند و تیز سے دوچار ہیں جس کا مقابلہ کسی ایک فرقہ کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ نیویارک کی سینٹ ولاڈی مر (Vladimir) آرتھوڈاکس سیمنری کے ڈاکٹر الیگزینڈر شیمان نے حال ہی میں کہا :-

> "عیسائیت کو اب اپنے تنگ گرجے سے نکل کر عالمی فضا میں حصہ لینا چاہیئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ ہمارے زمانے کے اہم سماجی، سیاسی اور تمدنی سوالات کا جواب مہیا کرے۔ ہماری بے اتفاقی کی وجہ سے "منکرینِ عیسائیت" کے پیغام کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اس "خطرناک صورت حالات" میں ہماری موجودہ بے اتفاقی ایک مہلک کمزوری ہے۔"

اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر عیسائی فرقہ اس تحریک اتحاد کو کھلے دل سے خوش آمدید کہہ رہا ہے۔ کئی Fundamentalist فرقے ایسے ہیں جو نہ ابتک ورلڈ کونسل کے ممبر بنے ہیں نہ تحریک اتحاد کی حمایت کرتے ہیں۔ ان کے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے لئے ورلڈ کونسل کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ورلڈ کونسل کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ وہ خود ایک ایسا چرچ یا فرقہ بن جائے جو دوسروں پر حاوی ہو۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ باہمی تعاون

کو وسیع ترین پیمانے پر بروئے کار لانے کے لئے مناسب میدان تیار کیا جائے۔

(۶)

اسلامی فرقوں کی اپنی حالت انتشار کے مدنظر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اس طرح کے اتحاد بین الفرق کی مہم میں مذہبی رہنماؤں کی ایک معقول تعداد کی خواہش اور کوشش کے باوجود اس راہ میں کس قسم کی کٹھن مشکلات حائل ہو سکتی ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو بار بار اتحادِ عمل کی دعوت دی لیکن وہ اپنے تعصبات کی محدود و تنگ فضا سے نہ نکل سکے۔ اتحادِ عیسویت کی بیشتر مشکلات بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے جداگانہ نہیں۔ مثلاً بعض مذہبی لیڈروں کی خود غرضی اور اپنی لیڈری کو ہر قیمت پر قائم رکھنے کی غلط خواہش صرف مسلمان کہلانے والے علماء سے ہی مختص نہیں۔ بعض فرقوں کی آپس کی صدیوں کی سر پھٹول اور مسلسل مخاصمت کی تاریخ کی ناخوشگوار یاد بذاتہ اتحاد کے راستے میں روک ہے۔ پھر جغرافیائی اور نسلی امتیازات بھی بعض فرقوں کے لئے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ ایسی مشکلات خود پروٹسٹنٹ فرقوں کے درمیان بھی خاص کٹھن ہیں لیکن جب ہم اس مسئلہ پر رومن کیتھولکوں اور پروٹسٹنٹوں کے اتحاد کی جہت سے غور کریں تو بعض بنیادی عقائد بھی سنگِ گراں ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً رومن کیتھولک عقیدہ کہ پوپ منزہ عن الخطاء ہے اور اس کا روحانی اور اخلاقی مسائل پر ہر فرمان حرفِ آخر ایک ایسا نظریہ ہے جس کو کوئی پروٹسٹنٹ اشتراکِ عمل کی بنیاد ماننے کو تیار نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ Eastern orthodox جو بقیہ عقائد میں رومن کیتھولک سے زیادہ قریب ہیں پوپ کے منزہ عن الخطاء نظریہ کو کلیتہً ناقابلِ قبول سمجھتے ہیں۔

(۷)

اِن مشکلات کے باوجود عیسائی دنیا میں اتحادِ عمل کی تحریک دن بدن زور پکڑتی جا رہی ہے۔ اور کئی ایک امور میں پروٹسٹنٹوں کے مختلف فرقوں نے مشترکہ منصوبے اور پلان جاری کئے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے کسی کیتھولک نمائندے کا پروٹسٹنٹ لیڈر کے ساتھ مذہبی امور میں اتحادِ عمل کی گفتگو کرنا بھی گناہِ کبیرہ سمجھا جاتا تھا لیکن اب ایسے مذاکرات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں پوپ جان کا بیان جو جنوری ۱۹۵۹ء میں جاری ہوا خاص اہمیت رکھتا ہے۔ پوپ جان نے کیتھولک تاریخ میں پہلی دفعہ یہ اعلان کیا کہ پوپ "عالمگیر چرچ" کی یکجائیت کے لئے ایک کانفرنس بلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ اعلان عیسائیت کی دو ہزار سالہ تاریخ میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ بہرکیف اب یہ بات تو مسلّمہ ہے کہ خواہش اتحاد اب نہ صرف پروٹسٹنٹوں کے اندر ہی پائی جاتی ہے بلکہ رومن کیتھولک اپنے مخصوص عقائد کے باوجود اپنی طرف سے اشتراکِ عمل کی حد تک آمادہ نظر آتے ہیں۔

(۸)

عیسائی دنیا کی اس عالمی تحریکِ اتحاد کے کچھ عملی نتائج بھی نکل رہے ہیں۔ مثلاً جنوبی ہندوستان میں بھی جہاں پر عیسائیوں کی تعداد بہت قلیل ہے اکثر پروٹسٹنٹ چرچ جن میں اینگلیکن (Anglicans) بھی شامل ہیں ایک چرچ میں منظم ہو چکے ہیں۔ عقیدہ [illegible] کو بھی اس قسم کے اتحاد میں ہی مشکلات ہیں جو رومن کیتھولک کو ہیں یعنی وہ بھی بشپوں کے نظام کے متعلق یہ ایمان رکھتے ہیں کہ یہ نظام ابتدائے عیسویت سے تسلسل کے ساتھ قائم ہے۔ لاہور میں ایک

ہیستال یونائیٹڈ (مشترکہ چرچ) کے نظام کے ماتحت چل رہا ہے۔ کوئی اڑھائی سال قبل امریکہ میں کلیولینڈ کے مقام پر تین عیسائی فرقوں یعنی کانگریگشنل، ایونجیلیکل اور ریفارمڈ چرچ (Congregational, Evengelical and Reformed Church) کی ایک جنرل کونسل کا اجلاس ہوا اور اس میں تینوں فرقوں کے اتحاد کے اصول طے کئے گئے۔ یہ اتحاد اپنی ذات میں اسلئے اہمیت رکھتا تھا کہ ان تینوں فرقوں کا تاریخی پس منظر ایک دوسرے سے خاصہ مختلف تھا۔

کانگریگیشنلزم برطانیہ میں پیدا ہوا۔ اس کے نظام میں ہر مقامی چرچ ایک طرح کی خود مختاری رکھتا ہے۔ اس کے برخلاف ایونجیلیکل اور ریفارمڈ چرچ یورپین پس منظر کے باوجود ایک ملکی اور پھر حلقہ وار نظام میں تقسیم ہیں۔ ان ہر دو کا اوّل الذکر کے برخلاف ایک معین منشورِ عقائد بھی ہے جس کے ساتھ ہر ممبر کا متفق ہونا ضروری ہے۔

(۹)

جولائی ۱۹۵۹ء میں Oberlin کے مقام پر پھر ان تینوں فرقوں کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس شہر میں خاکسار کو کئی دفعہ ایک سلسلہ تقاریر کے لئے جانے کا موقعہ ملتا رہا ہے اور خاکسار اس شہر کے چرچوں کی روایتی روشن خیالی سے خوب واقف ہے۔ اس کانفرنس کا جس میں تینوں فرقوں کے قریباً سات سو نمائندے شریک ہوئے۔ مقصد یہ تھا کہ اب اس اتحاد کو ایک قدم اور آگے لے جانے کے لئے متحدہ چرچ کا دستور اساسی تیار کر دیا جائے۔ یہ کانسٹی ٹیوشن پھر ہر سہ فرقوں کے مقامی چرچوں کو بھجوانے کی تجویز ہے۔ تاکہ اس کی منظوری کے بعد ہر مقامی چرچ آزادانہ طور پر یونائیٹڈ چرچ میں شمولیت کا فیصلہ کر سکے۔ کانسٹی ٹیوشن کے علاوہ اس کانفرنس میں ایک Statement of Faith بھی تیار ہوئی۔ جس میں تینوں فرقوں کے ان عقائد کو پیش کیا گیا ہے جن میں یہ سب متفق ہیں۔

ٹائم میگزین جو امریکہ سے شائع ہوتا ہے اور عالمی شہرت کا مالک ہے۔ میں دو اور عیسائی فرقوں کے اتحاد کی خبر اس کے ۱۶ ر نومبر ۱۹۵۹ء کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے۔ جو رقمطراز ہے کہ نومبر کے شروع میں یونیٹیرین اور یونیورسلسٹ فرقوں کے نمائندے دو الگ الگ جگہوں پر لیکن بیک وقت جمع ہوئے۔ اور انہوں نے باتفاق رائے فیصلہ کیا کہ ان ہر دو فرقوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے۔ ہر دو فرقوں کی شوریٰ کا فیصلہ اب مقامی چرچوں میں پیش ہوگا اور ان کی آراء شماری کے بعد مئی ۱۹۶۱ء تک دونوں فرقے ایک نظام کے ماتحت ہو جائیں گے۔

(۱۰)

آج اسلامی دنیا سیاسی اور مذہبی ہر دو لحاظ سے پراگندہ اور منتشر ہے۔ مذہبی لحاظ سے مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ہستی کو قائم رکھنے اور اسلام کو ایک زندہ اور فعال اور عالمگیر مذہب کے طور پر پیش کرنے کے لئے اپنے گرد و پیش پر نگاہ رکھیں۔ اور زمانے کے نئے تقاضوں کو سمجھتے اور جانچتے ہوئے اپنے اندر حقیقی بیداری پیدا کریں۔ آج سے ساٹھ سال قبل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے الہامی اساس پر مختلف الخیال مسلمانوں کو حقیقی اور دوامی اتحاد میں منظم کرنے کی بنیاد رکھی تھی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اب برادرانِ اسلام ہر قسم کے خلفشار کو ختم کر کے صحیح معنوں میں مجتمع ہونے کے لئے غور و فکر کریں۔ تا وہ "بُنیان مرصوص" کے حقیقی مصداق بن سکیں۔ اور بنی نوعِ انسان مداومت کے ساتھ اسلام کے نور سے منور ہوں۔ ٭

حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سات پُرحکمت باتیں

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ)

محمد مصطفےٰ کی شان دُنیا سے نرالی ہے — نبوّت کی ولایت کا وہ عالم اور والی ہے
ابو ذر رضؓ کی روایت ہے رسولِ پاکؐ نے مجھ کو — یہ باتیں سات حکمت کی بتائیں دوستو سُن لو
غریبوں سے محبت اور اُن کو پاس بٹھلاؤں — بڑھاؤں اُن کی ہمّت ہر طرح امداد پہنچاؤں
ہمیشہ اپنے سے خوشحال لوگوں کو نہ دیکھوں میں — نہ اُن کی فارغ البالی پہ پیچ و تاب کھاؤں میں
خلاف اسکے میں دیکھوں بےکسوں کا حال عبرت سے — بجالا کر خدا کا شُکر خوش ہوں اس کی رحمت سے
قرابت داروں سے اُنس و محبت فرض جانوں میں — بنی آدم کو اپنا بھائی، اپنا جُزو مانوں میں!
جو مجھ سے دشمنی کرتا ہو اس سے پیار ہو میرا — کہ نادم ہو کے صدقِ دل سے اِک دن یار ہو میرا
ضرورت پر نہ مانگوں میں کسی سے چیز کوئی بھی — کہ یہ عادت بُری ہے کام لاؤں اپنی ہمّت ہی
صداقت پر رہوں قائم جو بولوں میں تو سچ بولوں — مگر اس کا نہیں مطلب کہ پردے راز کے کھولوں
بڑی اخلاقی جُرأت ہو، نہ دل میں خوف کچھ بھی ہو — ہمیشہ کارساز اپنا میں سمجھوں اپنے مولےٰ کو
امیدیں ساری وابستہ ہوں پیدا کرنیوالے سے — کہ خوش ہوتا ہے اپنی ذات ہی سے ڈرنے والے سے
بدی سے رُکنے کی نیکی کے کرنے کی جو طاقت ہے — طلب اللہ سے کرتا رہوں اس میں سعادت ہے

دُعا کرتا ہوں آخر میں کہ حق کا بول بالا ہو!
عمل اکمل بھی اِن باتوں پہ یا رب کرنے والا ہو

عُمرا سقّہ

(از جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کوئٹہ)

آپ حیران تو ضرور ہوں گے کہ رسالہ الفرقان اور مضمون "عُمرا سقہ" خیر ایسا بھی ہو ہی جاتا ہے۔

ایک عرصہ گذر گیا جو تقریباً نصف صدی سے کچھ زیادہ ہی ہوگا کہ ہمارے پڑوس میں ایک سقہ رہتا تھا۔ جس کا نام عمرا تھا۔ مزاج کا ذرا تیز تھا کسی کی سخت بات برداشت نہیں کرتا تھا۔ اُس وقت اس کی عمر ۶۰ اور ۷۰ برس کے درمیان ہوگی۔ محنتی تھا اپنی محنت سے روزی کما کر ایک اچھا پختہ مکان بھی بنا لیا تھا۔ صبح اور شام غریب اپنی کمر پر مشک اُٹھا کر اپنے ٹھکانوں میں پانی بھرتا تھا۔ دُبلا پتلا اور کمزور تھا۔ کمر جُھکی ہوئی تھی۔ اُسی پر مشک اُٹھاتا تھا۔ ہاتھ میں ایک موٹی سی لکڑی رکھتا تھا۔ اس کے سہارے چلا کرتا تھا۔ اس کے دو لڑکے تھے۔ ایک بڑا جس کا نام امام دین تھا اس کو مام دین کہا کرتا تھا اور ایک چھوٹا جس کا نام نظام دین تھا اس کو جام دین کہا کرتا تھا۔ امام دین نوجوانی میں فوت ہوگیا نظام دین ذرا شوقین مزاج تھا ہسپتال میں نوکری کر لی تھی۔ آمدنی اچھی ہو جاتی تھی۔ سُنا ہے ۴۷ء میں پاکستان میں آ کر ایک جگہ چودھری نظام الدین بنے بیٹھے ہیں اور سینکڑوں چودھری بنتے ہیں اگر وہ بھی ایک چودھری بن گیا تو کوئی عجیب بات نہیں۔

عُمرا غریب بڑھاپے میں افیون کھانے لگ گیا تھا۔ آخر دن بھر پانی سے بھری مشکیں اٹھاتا تھا۔ تھک ہار کر افیون کے نشے سے اپنی تھکاوٹ دُور کر لیتا تھا۔ کہیں کہیں ٹھکانوں سے روٹی بھی مل جاتی تھی۔ اِس طرح پیٹ بھر لیتا تھا۔ کبھی کبھی غریب کے پاس افیون کے لئے پیسے نہیں ہوتے تھے تو بیٹے کو کہتا "بیٹا جام دین آج افیم لا دے میرے پاس کوئی پیسہ نہیں"۔ نظام دین صاحب جواب دیتے کہ میرے پاس پیسے کہاں سے آئے کہ تجھے افیون لا دوں۔ عُمرا غریب مشک اُٹھا کر اِدھر اُدھر پانی بھرتا اور کہیں سے دو چار پیسے پیدا کر کے اپنا نشہ پورا کر لیتا۔ اسی طرح غریب کو اگر کبھی روٹی نہ ملتی تو کہتا۔ "بے جام دین بھوک لگی ہے کوئی روٹی کا ٹکڑا گھر میں ہو تو مجھے دیدے"۔ نظام دین صاحب جواب میں فرماتے کہ "یہ بڈھا مرے نہ منجا چھوڑے اگر کبھی مر جائے تو ہم اس کے عذاب سے چھوٹیں۔ پھر غریب اپنی لکڑی اور مشک اٹھاتا اور کسی نہ کسی طرح ٹھکانوں سے روٹی لے آتا اور پیٹ بھرتا۔

اپنی موت سے کچھ روز پہلے اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ "بے جام دین میرا جی میٹھے کو کرتا ہے کچھ گُڑ لا دے" "بے جام دین میرے مرنے کے بعد تو نے برادری کو خوب پلو جردہ کھلانا ہے۔ بے میری زندگی میں مجھے بھی تو کچھ کھلا دے۔" آخر وہ غریب "گُڑ" اور "پلو جردے" کے بغیر ہی مر گیا۔ اس کے سوئم پر خوب قُل پڑھے گئے۔ خوب قُل اور مٹھائی تقسیم ہوئی اور برادری نے میاں

میاں نظام دین کو پگڑیاں اور روپے دیئے۔

پھر چالیسویں پر پلاؤ کی اور زردہ کی دیگیں پکیں۔ اور برادری کو نہایت پُرتکلف دعوت دی گئی۔ سب نے نظام دین کی بڑی تعریف کی کہ اس نے اپنے والد بزرگوار کی بڑی خدمت کی اور اس کو سیدھا بہشت میں پہنچایا۔ لیکن غریب عمرے سقے کے منہ میں اس کی زندگی میں نہ گُڑ کی ڈلی پڑی اور نہ ہی پلاؤ زردہ نصیب ہوا۔ مرنے کے بعد سینکڑوں پلاؤ خوروں نے پلاؤ کھایا' زردہ بھی کھایا اور بھی شاید کچھ کھایا ہو۔ "غریب عمرا سقہ"

آؤ ہم غور کریں کہ ہم ہر روز قرآن بھی پڑھتے ہیں' علماء کے خطبے اور تقریریں بھی سنتے ہیں۔ آیا ہمارے بوڑھے والدین کی حالت عمرے سقے سے بہتر ہے یا نہیں؟ ان کے مرنے کے بعد ہم بے شک اخبارات کے کالم ان کی صفات اور اپنی خدمات کے ذکر سے بھر دیتے ہیں۔ لیکن ان کی زندگی میں بھی کبھی ان کو گُڑ کی ڈلی اور زردہ پلاؤ کھلایا ہے؟ بڑھاپے میں ان کو آرام دیا ہے؟ یا عمرے کی طرح کندھے پر مشک لادے ہاتھ میں لکڑی لے کر وہ روٹی کے واسطے مرتے کھپتے ہیں؟۔ اگر آپ نے زندگی میں ان کے منہ میں گُڑ کی ڈلی نہیں ڈالی تو یاد رکھو کہ ان کے مرنے کے بعد اگر آپ گُڑ کے پہاڑ بھی خرچ کر دیں۔ آپ کو ایک ذرہ برابر نفع نہیں پہنچے گا۔

پس میرے نوجوان دوستو! آؤ عہد کرو کہ ہم حتی المقدور اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کرینگے۔ ان کے کھانے اور آرام کو اپنے کھانے اور آرام پر مقدم رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس نیک کام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؂

اے مقامِ قادیاں تو زینتِ اسلام ہے

(از جناب حکیم محمد صدیق صاحب دوا خانہ طب جدید ربوہ)

اے مقامِ قادیاں تو زینتِ اسلام ہے
تیرے ہر ذرے میں پنہاں شوکتِ اسلام ہے

اے زمینِ محترم تیری ضیا تاباں رہے
عصرِ نو کی رات میں تو صبح کا پیغام ہے

تیری ہستی کی بنا مثلِ ابد قائم رہے
تو بھی مثلِ طور جلوہ گاہِ حسنِ تام ہے

تو وہ میخانہ ہے جس میں ہے شرابِ زندگی
تیرے میکش کے لبوں پر امن کا پیغام ہے

بے کیف تھا رنگِ چمن بے نور تھی بزمِ جہاں
پھر کیا سرسبز تو نے گلشنِ اسلام ہے

تیرے گلشن میں نسیمِ صبح پھر بیدار ہے
کوکبِ غنچہ سے پھر رنگِ چمن گلفام ہے

مرکزِ جاذب ہے دنیا میں ترا زریں وجود
اے نائبِ ارضِ حرم تو مرجعِ اقوام ہے

کوکبِ تابندہ ہے تو قسمتِ اسلام کا
تجھ سے وابستہ جہاں میں نعبِ اسلام ہے

تو مسیحِ پاک کے جسمِ مبارک کی امیں
گوہرِ نایاب تجھ میں پا رہا آرام ہے

اے خدا تو گلشنِ احمد کا رستہ کھول دے
نالۂ بلبل میں ہر دم آشیاں کا نام ہے

ایک ایمان افروز واقعہ

(از مکرم جناب دانشمند خان صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ شیر پٹی ضلع پشاور)

مؤرخہ ۱۳-۱۴ جولائی ۱۹۵۹ء کی درمیانی رات کو ڈیڑھ بجے اس عاجز پر (جبکہ میں اپنے موضع باندہ محب میں سویا ہوا تھا) کسی آدمی نے میرے بائیں کندھے پر بندوق سے فائر کیا اور زخمی کر کے بھاگ گیا۔ اس وقت یہ عاجز دائیں کروٹ پر رُو بقبلہ ہو کر لیٹا ہوا تھا۔ اور حملہ آور نے کندھے کو میرا سر سمجھ کر فائر کیا۔ مگر اللہ تعالے نے اپنے فضل سے میرے سر کو بچا لیا۔ حملہ آور نے چونکہ دو گز کے فاصلہ سے چھرہ دار بندوق سے فائر کیا تھا اسلئے میرے ہاتھ کی بہت سی رگیں کٹ گئیں اور کافی خون جاری ہو جانے سے بہت ضعف ہو گیا۔

مجھ سے تھوڑے فاصلے پر داماد م محمد حسن خان صاحب دُرّانی سوئے ہوئے تھے وہ بھی جاگ کر آ گئے۔ اور مجھے چارپائی پر ڈال کر اوّل تھانہ میں اور پھر سول ہسپتال نوشہرہ میں لے گئے۔ مگر کچھ فائدہ نظر نہ آیا۔ پھر میرے بیٹے لفٹننٹ نذیر احمد خان اور ہمشیرہ زادہ میجر سیف علی خان نے باہم مشورہ کر کے مجھے فوجی ہاسپٹل نوشہرہ میں پہنچایا مگر میری حالت پھر بھی نہ سنبھلی۔

پھر میرے بیٹے نذیر احمد خان نے لیڈی ریڈنگ ہاسپٹل نوشہرہ کے سول سرجن کو ٹیلیفون کیا۔ اس پر سول سرجن صاحب نے پہلے فوجی ڈاکٹر صاحب سے میرے حالات دریافت کئے۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں بتایا کہ زخم میں پیپ پڑ گئی ہے اور زخم دل کے قریب ہے۔ اسلئے کیس بڑا خطرناک ہے اور بچنے کی امید کم ہے۔ تب سول سرجن صاحب نے عذر کر کے میرے کیس کو لینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد پسرم نذیر احمد خان نے فوجی ہسپتال پشاور کے ڈاکٹر میجر اکرم خان کو ٹیلیفون کیا۔ (یہ ڈاکٹر صاحب پاکستان میں مانے ہوئے سپیشلسٹ سرجن ہیں) انہوں نے ٹیلیفون پر فرمایا کہ مریض کو فوراً میرے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ مجھے فوراً پشاور فوجی ہاسپٹل میں پہنچا دیا گیا اور آفیسرز وارڈ کے کمرہ ۱۵ میں مجھے اُتارا اور علاج شروع کیا۔

چند دن گزرنے کے بعد ایک اور ڈاکٹر کرنل صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اس پر میں نے ان سے یہ شکایت کی کہ قیدیوں کی طرح میرے ہاتھ کو سخت باندھ کر مجھے تکلیف میں ڈالا گیا ہے۔ اور چونکہ میرے ہاتھ کی رگیں تو کٹ چکی ہیں اسلئے براہ مہربانی میرے ہاتھ کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے تاکہ میں اس تکلیف سے چھوٹ جاؤں۔ میرے بار بار کے اصرار پر ڈاکٹر صاحبان نے ۱۵ اگست کی تاریخ میرا اپریشن کرنے کی مقرر کی۔

جب مجھے اپریشن روم میں میز پر لٹایا گیا تو میرے دیگر عزیز و اقارب کے علاوہ پسرم نذیر احمد خان احمدی اور داماد م محمد اسلم خان احمدی بھی موجود تھے۔

میجر ڈاکٹر محمد اکرم خان صاحب اور ایک اور میجر ڈاکٹر صاحب نے میرا تازہ معائنہ کیا تو اس وقت نبض اور دل کی حرکتیں بند تھیں اور بدن کا خون بھی رُکا ہوا تھا تب

انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح نبض اور دل چل پڑیں۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک ڈاکٹر صاحب نے باہر آکر عزیزم نذیر احمد خان کو کہا کہ آپ کے والد صاحب ۱۵-۲۰ منٹ کے مہمان ہیں سواری کا جلد انتظام کر لو۔ مگر عزیز نذیر احمد خان نے کہا۔ کہ جناب آپ مطمئن ہو کر اپریشن کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے والد صاحب ابھی نہیں مرتے۔ مگر ڈاکٹر صاحبان اپریشن پر تیار نہ ہوتے تھے۔ آخر نذیر احمد خان نے یہ تحریر لکھ کر ڈاکٹر صاحب کو دے دی کہ اگر اپریشن میں میرے والد صاحب فوت ہو گئے تو آپ پر کوئی ذمہ واری عائد نہ ہوگی۔

اِس فیصلہ کے بعد جناب ڈاکٹر صاحبان دوبارہ میرے پاس آکر میری نبض اور دل دیکھنے لگے تو دونو درست چل رہے تھے۔ تب بغیر کلوروفارم سونگھائے میرا اپریشن شروع کر دیا۔ اور بار بار میرے دل کی بابت پوچھتے کہ دل کا کیا حال ہے؟ مَیں جواب دیتا کہ ٹھیک ہے آپ بیشک اپنا کام کرتے جائیں۔ آخر انہوں نے میرا ہاتھ الگ کر دیا اور مَیں نے اطمینان کا سانس لیا۔ الحمد للہ۔

ڈاکٹر صاحب نے باہر آکر نذیر احمد خان سے پوچھا کہ آپ کس بنا پر بڑے وثوق سے کہتے تھے کہ آپ بے شک اطمینان سے اپریشن کریں۔ میرے والد ابھی نہیں مرتے حالانکہ وہ تقریباً مر چکے تھے۔ تو برخوردار نے جواب دیا کہ میرے بڑے بھائی بشیر احمد خان بی۔ اے کا لنڈن سے خط آیا ہے کہ انہوں نے والد صاحب کے زخمی ہو جانے کی خبر سُن کر اللہ تعالیٰ سے بہت رو رو کر ان کی صحت کے لئے دعائیں کی ہیں۔ اور اُنہیں اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ تمہارا والد ۸۰ سال زندہ رہے گا اور میرے والد صاحب کی عمر ابھی ۷۰ سال ہے۔ گویا ۱۰ سال باقی ہیں۔ اس بنا پر مَیں نے عرض کیا تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرے بھائی کی بات ضرور سچی ہوگی۔ کیونکہ وہ واقفِ زندگی ہو کر اسلام کی خدمت کو گیا ہے اور مبلغ اسلام ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر بتائی ہے۔

یہ واقعہ سُن کر جناب میجر ڈاکٹر محمود اکرم صاحب بہت متعجب اور متاثر ہوئے اور میرے بڑے بیٹے بشیر احمد خان مبلغ کا بار بار حال پوچھتے۔

یہ عاجز دو ماہ زیر علاج رہنے کے بعد ۴ ستمبر ۱۹۵۹ء کو خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان سے اور حضور امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور احبابِ جماعت کی دُعاؤں کی برکت سے صحتیاب ہو کر گھر آگیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ولاجدوى من البكاء على ايام الشباب

ما يقال عن السن المتوسطة والكهولة

فلكل انسان ظروفه الخاصة واسلوبه فى الحياة ومواهبه وكفاءاته وما ينطبق على انسان ليس حتماً ان ينطبق على انسان آخر ولقد كان الناس قديماً يظنون ان الارض مسطحة ثم اتضح خطأهم۔

ان الانسان يصنع حياته سواء فى ايام شبابه أو كهولته أو شيخوخته ولاجدوى من البكاء على ايام الشباب فانها لن تعود وخير للمرء ان يتكيف حسب ظروفه وأعوامه وصحته وليست الكهولة هى فترة الموت بل هى فترة النضج الصحيح والاستمتاع بالحياة على خير الوجود۔

ان كل ما على الانسان ان يعمل على الانسجام مع المتغيرات التى تطرأ عليه بحكم السن وان يخلق لنفسه ما يعمله وما يحققه من أهداف وآمال وبهذا يستطيع ان يجعل كل اعوام عمره اعوام متعة وهناء۔

(ام القرىٰ مكة)

اے خدا مجھ کو بنالے زمرۂ ابرار سے

(از جناب مولوی مصلح الدین احمد صاحب راجیکی مرحوم)

اے خدا اہلِ محرّم کو نویدِ عید دے
رہروِ راہِ محبت کو صلائے دید دے
دوزخِ ہجراں بدل دے جنتِ دیدار میں
دانۂ تسبیح پرو دے رشتۂ زنّار میں
میرے شوقِ آگہی کو مطلعِ انوار کر
میری ہستی کو محیطِ گوہرِ اسرار کر
انتہائے جستجو دے انتہائے راز دے
تا ابد جو اُڑ سکے وہ شہپرِ پرواز دے
جگمگا دے میری دُنیا جلوۂ فاران سے
لہلہا دے میرا گلشن کوثرِ رضوان سے
میرے نالوں کو درائے کارواں کا سوز دے
میری آہوں کو فروغِ انجمن افروز دے
مصطفٰےؐ کا عشق دے میرے دلِ صدچاک کو
احمدیت کا جنوں دے بستۂ فتراک کو
کاسۂ دعوات بھر دے دولتِ دیدار سے
اے خدا مجھ کو بنالے زمرۂ ابرار سے

حضرت مسیح علیہ السلام کی فلسطین سے ہجرت

اور

انجیل یوحنا کی شہادت

(از جناب شیخ عبد القادر صاحب لائل پوری)

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب پر فوت ہوئے۔ آپ یہودیوں کے پنجہ سے بچا لئے گئے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اور آپکی والدہ کو مصائب سے نجات دیکر ایک اونچی جگہ پر پناہ دی۔ جو رہائش کی عمدہ جگہ ہے۔ جہاں دشمنوں سے بچاؤ اور رہائے قرار مہیا ہے۔ اس جگہ چشمے جاری ہیں۔ آپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچے۔ یہاں تک کہ آپ فوت ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رفع روحانی سے نوازا۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں آپ وفات پاگئے فرمایا:۔

"جبریل نے مجھے خبر دی کہ عیسیٰ بن مریم
ایک سو بیس برس زندہ رہے"
(حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸)

تاریخ سے ثابت ہے کہ ۳۳ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی۔ صلیب پر آپ فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ اتار لئے گئے۔ آپ کے کفن پر جو نئی تحقیقات ہوئی ہے اس سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ واقعہ صلیب کے بعد آپ فلسطین سے ہجرت کر گئے۔ اور بنی اسرائیل کے اسباط عشرہ کی تلاش میں قدیم ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں میں تشریف لائے۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر واضح طور پر موجود ہے مثلاً

۱۔ "میرے باپ کے گھر میں بہت سے مکان ہیں۔
...... میں جاتا ہوں کہ تمہارے لئے جگہ
تیار کردوں" (یوحنا $\frac{14}{2}$)

حدیث رسولؐ میں بھی یہی الفاظ ہیں:۔
"اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ تو اس مکان یعنی
جگہ سے کسی دوسرے مکان کی طرف چلا جا
تاکہ پہچانا نہ جائے اور تجھے ایذا نہ دی جائے"
(کنز العمال جلد ۲ صفحہ $\frac{34}{13}$)

۲۔ پروفیسر چارلس کٹلر ٹوری نے جو کہ السنہ سامیہ کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ اناجیل اربعہ کا ترجمہ آرامی زبان کو مدنظر رکھ کر کیا ہے۔ انہوں نے جہاں اپنے ترجمہ میں حضرت مسیح ناصری کے آسمان پر جانے کے بیانات مرقس اور لوقا کے آخری باب سے بالکل

حذف کر دیئے ہیں۔ کیونکہ یہ سراسر الحاقی ثابت ہو چکے ہیں۔ وہاں آپ نے جگہ جگہ ترجمہ میں تبدیلی کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ یونانی متن آرامی زبان کے مفہوم کو ادا کرنے سے قاصر رہا ہے۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

"اس میں کسی کو کلام نہیں کہ مسیح اور اس کے شاگرد آرامی بولتے اور آرامی لکھتے تھے۔ مسیح کے کلمات، مواعظ اور اس کے کارہائے زندگی آرامی زبان میں ضبطِ تحریر میں لائے گئے اور اسی زبان میں پہلے پہل انہوں نے اشاعت پائی۔"

آگے چل کر انہوں نے ثابت کیا ہے کہ آرامی اناجیل کا جب یونانی ترجمہ کیا گیا تو کئی جگہ ترجمہ کی غلطی کی وجہ سے اصل مطلب نظروں سے اوجھل ہو گیا مثلاً انجیل یوحنا میں لکھا ہے :-

"ضرور ہے کہ ابن آدم اُوپر اٹھایا جائے۔" (یوحنا $\frac{۱۲}{۳۴}$)

حالانکہ حضرت مسیح کے آرامی الفاظ کا مفہوم یہ تھا کہ ابن آدم کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ اس مقام اور اس کے سیاق و سباق کا ترجمہ پروفیسر چارلس کٹلر ٹوری نے آرامی کو مدنظر رکھ کر بایں الفاظ کیا ہے :-

"لوگوں نے یسوع کو جواب دیا کہ ہم نے شریعت کی یہ بات سُنی ہے کہ مسیح ابد تک رہے گا۔ پھر تو کیونکر کہتا ہے کہ ابن آدم ضرور ہی (ارضِ فلسطین سے) جانے والا ہے۔ یہ ابن آدم کون ہے؟ پس یسوع نے ان سے کہا کہ اَور تھوڑی دیر تک نور تمہارے درمیان ہے۔"

ان آیات کے نیچے جو نوٹ دیا گیا ہے وہ قابلِ غور ہے۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں :-

"آرامی لفظ جو کہ اُوپر اٹھائے جانے کے معنی دیتا ہے۔ اکثر اوقات یہ لفظ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر جانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ "ارض" سے مراد محاورہ میں فلسطین کی سرزمین ہے۔"

(فور گاسپل از چارلس کٹلر ٹوری صفحہ ۲۱۴)

اس ترمیم نے یہ ثابت کر دیا کہ انجیل یوحنا کے اصل بیان میں ہجرت کا ذکر ہے۔ حضرت مسیح ناصری یہودیوں کو کہتے ہیں کہ مسیح کے لئے یہ مقدر ہے کہ وہ یروشلم کو چھوڑ جائے اور سرزمین فلسطین سے ہجرت اختیار کرے۔ یہودی کہتے ہیں کہ کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ مسیح جب آئے گا تو ابد تک یروشلم میں رہیگا۔ تو کیسا مسیح ہے جو ہجرت کی باتیں کرتا ہے۔

قرآن مجید میں بھی "ذاھبٌ الی اللّٰہ" اور "مھاجرٌ الی اللّٰہ" کے معنے زمین سے ہجرت کے ہیں۔ یہ الفاظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"مخفی طور پر ایک ہجرت تھی جس کو نادانوں نے آسمان قرار دے دیا۔"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی آخری سطر)

۳- انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود بھی حضرت مسیح ناصری کی باتوں سے یہی سمجھتے تھے کہ آپ کا ارادہ بنی اسرائیل کے ان قبیلوں تک جانے کا ہے۔

جو کہ غیر قوموں میں پراگندہ ہیں۔ انجیل یوحنا میں لکھا ہے :-

"یہودیوں نے آپس میں کہا کہ یہ کہاں جائے گا کہ ہم اسے نہ پائیں گے۔ کیا ان کے پاس جائے گا جو غیر قوموں میں پراگندہ ہیں۔ اور غیر قوموں کو تعلیم دیگا ؟ یہ کیا بات ہے جو اس نے کہی کہ تم مجھے ڈھونڈو گے مگر نہ پاؤ گے۔ اور جہاں میں ہونگا تم نہیں آسکتے۔" (یوحنا ۷/۳۴ تا ۳۶ اتھورائزڈ ورشن)

اِن آیات کی شرح میں پیکس تفسیر بائیبل میں لکھا ہے :-

"قوم یہود کے سردار مسیح کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں مسیح اس خطرے سے باخبر ہے۔ وہ اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ زیادہ دیر تک نہ رہے گا۔ وہ اسے ملنا چاہینگے لیکن نہ پاسکیں گے۔ ....

شاید مسیح ان علاقوں میں جانے کیلئے سوچ رہا تھا۔ جہاں یہود جلاوطنی کے بعد بس گئے تھے۔"

البرٹ ہیما جو ایک امریکن یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر ہیں اپنی کتاب "Ancient History" یعنی تاریخ قدیم میں انجیل کے اس بیان پر لکھتے ہیں :-

"ایک دن جب حضرت مسیح ناصری ایک پُرجوش وعظ فرما رہے تھے۔ اس وعظ میں آپ نے اپنی روانگی کا ذکر کیا تو کچھ لوگوں نے حیرانگی کا اظہار کیا یہ بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل میں جاکر تبلیغ کا ارادہ رکھتے ہیں۔" (صفحہ ۳۸)

۴۔ حضرت مسیح ناصری کا مشن کیا تھا۔ فرمایا :-

"میری اور بھی بھیڑیں ہیں۔ جو کہ اس بھیڑ خانہ میں نہیں۔ مجھے ان کو بھی لانا ضرور ہے۔ وہ میرا کلام سنیں گی۔" (یوحنا ۱۰/۱۶)

اِن حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ناصری کے دوست، ہمعصر اور حواری یہ سمجھتے تھے کہ آپ کو ارضِ کنعان سے ہجرت کرنا پڑے گی۔ اور بنی اسرائیل کے اسباط عشرہ تک پیغامِ حق پہنچانا ہوگا۔ اِس مشن کو آپ نے واقعۂ صلیب کے بعد پورا کیا۔

مسٹر سٹیفن گراہم اپنی کتاب *With the Russian Pilgrims to Jerusalem* میں لکھتے ہیں :-

"غالباً مسیح کی موت کے بعد کئی سال تک ان کے درمیان ایک عجیب خبر پھیلی رہی کہ وہ زمین پر کسی دُور دراز جگہ میں ہیں اور وہ عنقریب دوبارہ ظاہر ہونگے۔" (صفحہ ۱۱۱)

ولادت

چودھری محمد حسین صاحب لشتہ کو اللہ تعالیٰ نے ۹ اکتوبر کو بچہ عطا فرمایا ہے۔ احباب مولود کی درازیٔ عمر اور خادمِ دین بننے کے لئے دعا فرمائیں۔ (چودھری) مولا بخش لیشاور)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(از جناب حاجی چوہدری غلام احمد خان صاحب ایڈووکیٹ پاکپٹن)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق مشہور و معروف ہے اور زبان زد خلائق چلا آتا ہے۔ اسکے بارہ میں کوئی اختلاف موجود نہیں۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ لقب اور خطاب خصوصیت سے بخشا تھا اور آپ میں صفت صدیقیت خصوصیت سے پائی جاتی تھی۔ اور صحابہ کرام میں آپ اس لقب اور خطاب سے مخصوص تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا یہ لقب اور خطاب کسی اور کو نہ دیا تھا۔ حدیث میں آتا ہے:-

(۱) عن انس ابن مالکؓ ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم صعد اُحداً وابوبکرٍ و عمر و عثمان فرجف بھم فقال اثبت احد فانما علیک نبیٌّ و صدیقٌ وشھیدان۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اُحد (پہاڑ) پر چڑھے اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ بھی۔ پہاڑ پر زلزلہ سا آیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ اے اُحد! ٹھہر کہ تیرے اوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔"

(تجرید البخاری حصہ دوئم صفحہ ۱۹۱)

۲- احتجاج طبرسی میں علامہ طبرسی حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:-

کنا معہٗ علی جبل حراء اذ تحرّک الجبل فقال لہ قرّ فانہٗ لیس علیک الا نبیٌّ وصدیقٌ و شھیدٌ۔

ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے۔ ناگاہ اس پہاڑ کو جنبش ہوئی جس پر رسول اللہؐ نے اسے کہا (اے پہاڑ) قرار پکڑ۔ کیونکہ تجھ پر سوائے ایک نبی اور ایک صدیق اور ایک شہید کے کوئی نہیں ہے۔"

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو صدیق اور حضرت علیؓ کو شہید قرار دیا ہے۔

(۳) حضرت امام جعفرؓ سے پوچھا گیا۔ کیا تلوار کو مزین کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا۔ ہاں۔ قد حلّی ابوبکر الصدیقُ سیفہ بالفضۃ۔ کیونکہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کو چاندی سے مزین کیا تھا۔ اس پر راوی نے کہا۔ آپ ایسا (یعنی حضرت ابوبکرؓ کو صدیق) کہتے ہیں؟ فوثب الامامُ عن مکانہ فقال نعم الصدیقُ۔ نعم الصدیقُ۔ نعم الصدیقُ فمن لم یقل لہٗ الصدیق فلا صدق اللہ قولہٗ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ الخ

امام صاحب جوش میں اُچھل پڑے اور زور سے فرمایا کہ ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں۔ جو انہیں صدیق نہ کہے خدا اس کی بات دُنیا اور آخرت میں سچی نہ کرے۔ (کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ)

مذکورہ بالا ہر سہ حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:۔

مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ
مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ
مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ
وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ج
وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ۝
ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ ط وَ
کَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا ۝ (النساء ع)

ترجمہ:۔ جو کوئی اللہ تعالےٰ اور اس رسول کی اطاعت کرتا ہے یا کریگا تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہیں یا ہوں گے جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں میں سے اور یہ رفیق اچھے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ تعالےٰ جاننے والا کافی ہے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس اُمت میں اطاعت الٰہی و متابعت نبوی کی شرط پر چار قسم کے انعام اپنے فضل سے رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کی ترتیب مراتب بھی خود ہی بیان کر دی ہے۔ نبی کے بعد صدیق اور صدیق کے بعد شہید کا ذکر مذکورہ بالا روایتوں اور آیت میں صریح طور پر پایا جاتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ شہداء کے علی الترتیب خلفاء ہونے کی پیشگوئی موجود ہے۔ اور واقعہ کے طور پر بھی وہ اسی ترتیب سے خلفاء ہوئے ہیں ٭

سائیکل پر لاہور سے احمد نگر

مورخہ ۷ راکتوبر ۱۹۵۹ء کو میں صبح چار بجکر ۴۰ منٹ چوبرجی کوارٹرز سے روانہ ہوا۔ صبح کا دلکش موسم اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی پانچ بجے راوی کا دریا عبور کیا۔ رات کے وقت بجلی کے قمقموں کا عکس دریا کے پانی میں بہت خوبصورت دکھائی دے رہا تھا۔ آدھ گھنٹہ سفر کے بعد ۵½ بجے نماز فجر ادا کی اور جانب منزل روانہ ہو گیا۔ ابھی مزید آدھ گھنٹہ ہی سفر کیا تھا اور ابھی شیخوپورہ ۴ میل کے فاصلہ پر تھا کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی مجھے مجبوراً ٹھہرنا پڑا کمبل اوڑھ کر بارش سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اگرچہ درخت کے نیچے ٹھہرا تھا پھر بھی تولیہ کمبل اور سائیکل تر بتر ہو گئے۔ ابھی بارش نہ ٹھہری تھی کہ میں روانہ ہو گیا اور ہلکی پھوار ٹھنڈی ہوا اور بادلوں کے نیچے سفر بہت دلکش معلوم ہوتا تھا سفر کو جاری رکھا۔ اگرچہ ہوا بھی کچھ مزاحمت کر رہی تھی تاہم ٹھیک آٹھ بجے شیخوپورہ پہنچا۔ یہاں ٹھہرنا مقصود نہ تھا لہذا چوہڑکانہ جو شیخوپورہ سے ۴ میل پر واقع ہے پونے نو بجے پہنچکر ڈیڑھ گھنٹہ آرام کیا۔ کھانا وغیرہ کھایا اور دس بجکر دس منٹ پر یہاں سے روانہ ہو کر ۱۲ بجے سکھیکی پہنچا اور کچھ پیاس بجھا کر پونے ایک بجے روانہ ہو کر ۲ بجکر پانچ منٹ پر پنڈی بھٹیاں پہنچا اور وہاں سے پانچ منٹ میں شربت پی کر اور ۲ بجکر ۱۰ منٹ پر روانہ ہو کر چار بجکر پانچ منٹ پر چنیوٹ پہنچا وہاں نماز ظہر و عصر ادا کی اور چار بجکر بیس منٹ پر روانہ ہو کر پانچ بجکر ۱۰ منٹ پر احمد نگر پہنچ گیا۔ الحمد للہ۔ چوہڑکانہ تک اوسط رفتار ۱۰ میل فی گھنٹہ رہی اور پھر چنیوٹ تک ۱۲ میل فی گھنٹہ۔ اور ٹھہرنے کا وقت نکال کر ۱۰۰ میل کا سفر ۹ گھنٹے اور پانچ منٹ میں طے کیا۔

خاکسار۔ عطاء الرحیم حامد

اعلان

مندرجہ ذیل علمی کتابیں قابل فروخت ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ادبی اور دینی کتب مل سکتی ہیں :۔

(۱) مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر	۲۰/-
(۲) الاسلام والتجدید فی مصر	۸/-
(۳) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن ھشام (مکمل)	۳۶/-
(۴) منار السالک الی اوضح المسالک (ہر دو جزء)	۲۸/-
(۵) غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی المعروف کبیری مطبوعہ مجتبائی	۲۰/-
(۶) کتاب الاربعین لاصول الدین للغزالی مطبوعہ مصر	۹/-
(۷) جامع البدائع (ابو سینا اور عمر الخیام وغیرہما اٹھارہ فحول علماء کے مقالے)	۸/-
(۸) اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ لمصطفیٰ صادق الرافعی	۱۵/-
(۹) تفسیر الشیخ محمد عبدہ یعنی تفسیر المنار۔ گیارہ مجلدات چرمی تجلید	۲۹۴/-
(۱۰) بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ (۱۱) بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے	۴/-
(۱۲) اسلام پر ایک نظر از ڈاکٹر ڈگلیری	دس آنے صرف
(۱۳) کلمۃ الیقین فی تفسیر خاتم النبیین	چھ روپے سینکڑہ
(۱۴) مقامات النساء (عورتوں کے درجہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سو احادیث)	ایک روپیہ
(۱۵) فتوحات الٰہیہ (تفسیر سورہ فاتحہ)	ایک روپیہ
(۱۶) تذکرۃ المذاکرین	چھ آنے صرف
(۱۷) احکام القرآن حصہ اول	ساڑھے تین روپے
(۱۸) مکتوبات احمدیہ	سوا دو روپے
(۱۹) اسلامی اصول کی فلاسفی	بارہ آنے صرف

ملنے کا پتہ :۔ **مکتبۃ الفرقان ربوہ**

طابع و ناشر :۔ ابوالعطاء جالندھری۔ مطبع : ضیاء الاسلام پریس ربوہ :۔ مقام اشاعت دفتر الفرقان احمد نگر ربوہ ضلع جھنگ

سفوف مقوی

کمزوری کے لئے یہ سفوف نعمت خداوندی ہے۔ ایک ماہ کے مکمل کورس کے استعمال سے کمزوری دور ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اولاد عطا ہوتی ہے۔

قیمت مکمل کورس ایک ماہ اٹھارہ روپیہ

تین ماشہ صبح تین ماشہ شام ہمراہ شیر استعمال کریں

شربت اولاد

جگر کے تمام امراض۔ کمی خون۔ زردی چہرہ و ضعف جگر کیلئے مفید ترین لذیذ اور خوش ذائقہ شربت۔ معدہ اور جگر کی تمام کمزوریوں کو دور کر کے خون صالح پیدا کرتا ہے۔ ہفتہ عشرہ کے استعمال سے جسم میں توانائی اور چہرہ میں سرخی پیدا ہو جاتی ہے۔ بواسیر خونی۔ کثرت حیض۔ اور جسم سے جریان خون کے بعد کی کمزوری کے لئے بہت مفید ہے۔

اس کا عام استعمال یومیہ کار کردگی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔

بچوں کو اگر شروع سے ہی استعمال کروایا جائے تو ان کی جسمانی نشو و نما عمدہ ہوتی ہے۔ غرضیکہ بچوں، جوانوں، بوڑھوں، دماغی و جسمانی محنت کرنے والے لوگوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے

ترکیب استعمال

بڑوں کے لئے ایک چمچہ چائے بھر نصف گھنٹہ بعد غذا۔

چار سال سے بارہ سال کی عمر تک کے لئے نصف چمچہ۔

چار سال سے کم کے لئے ¼ چمچہ۔

قیمت فی شیشی ڈیڑھ روپیہ علاوہ اخراجات ڈاک و پیکنگ۔

حب مقوی

یہ بوڑھوں کے لئے عصائے پیری ہے۔
نوجوانوں کے لئے صحت و شادمانی ہے۔
اور کمزوروں کے لئے حیات نو ہے۔

اعصابی دردوں کو دور کرتی اور تمام اعصابی بیماریوں کے لئے بہت مفید ہے۔ موسم سرما کا بہترین تحفہ ہے۔ ۱ تا ۲ گولی یومیہ بعد غذا ہمراہ شیر استعمال کریں۔

قیمت مکمل کورس چالیس گولی ۵ روپے نصف کورس اڑھائی روپے۔

نور کاجل

آنکھوں کو بیماری سے محفوظ رکھتا ہے۔
بیمار آنکھوں کا علاج ہے۔
نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔
آنکھوں کو گردوغبار سے صاف کرتا ہے۔
آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کر کے چہرہ کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔

خارش، پانی بہنا، دھندلا پن اور ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بیسیوں جڑی بوٹیوں کے جوہر سے تیار کیا گیا ہے۔ اور پچاس سالہ استعمال و تجربہ کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔

اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی آنکھوں کو خوبصورت رکھنے کے لئے ہمیشہ نور کاجل استعمال کریں۔ بوقت ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ۔

ملنے کا پتہ

خورشید یونانی دواخانہ - ربوہ

طابع وناشر۔ ابوالعطاء جالندھری۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت دفتر الفرقان احمد نگر ربوہ ضلع جھنگ

MONTHLY AL-FURQAN RABWAH

★ الفردوس کلاتھ مرچنٹ ★

انار کلی ـ لاہور

ہر قسم کا سوتی ، ریشمی اور اونی کپڑا خریدیں

بالخصوص مستورات کے لئے اعلیٰ کپڑے موجود ہیں

پہلے سے زیادہ آپ کے تعاون کی ضرورت ہے

تشریف لائیے ـ تجربہ شرط ہے

★ الفردوس کلاتھ مرچنٹ ★

انار کلی ـ لاہور